

37

ایک نثر لکھی کہ میرزا کا نام ہے اور اس کا بیٹا
تو میرزا کا بیٹا ہے اور اس کا بیٹا ہے اور اس کا بیٹا ہے

قرآن اور انسان

از

میرزا ولایت علی

51760 فون



نیشنل خصوصیت پنجمی زبان
نوع انسان قوم پنجمی وطن میرا ہے

جانتا ہوں کہ میرا وطن ہے
میرا وطن ہے میرا وطن ہے

قرآن اور انسان

آخر



DATA REGISTERED

۲۹۷۱۱

۹۷۸ ق

۱۷۲۹۲ ۱/۲

ادارہ علمیہ

اس ادارہ کا قیام ۱۹۴۸ء میں اس مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا ہے کہ تمام مذاہب کی اصولی یکسانیت کو علمی انداز میں ظاہر کیا جائے تاکہ فطری اصول کے مطابق صحت مندانہ انسانیت کی نشوونما ہو۔

طبع اول

قیمت (۵-۰-۳)

تعداد اشاعت (۱,۰۰۰)

مطبوعات

صحیفہ مشرق پورہ۔ عظیم پورہ حیدرآباد ۲۴

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۴۲	،، وجہ نزول قصہ آدم	۱۵	۵۷	انسان کی تخلیق
۱۱۸	اسلام - اطاعت خداوندی	۱۲	۶۱	،، گوشوارہ اشیاء تخلیق
۱۲۱	،، انسان نام و نسب و نسب مسلمان نہیں آتا	۱۷	۷۰	،، مٹی پانی سے ابتداء
-	،، بلکہ کام و کسب سے ہوتا ہے	-	۷۰	،، نطق سے تدریجی ارتقاء
۱۲۰	،، آپس میں بھائی چارہ قائم کرانے والا	۱۸	۷۱	،، شکم مادر کے تغیرات
-	،، مسلمان تھے - خواہ	-	۷۲	،، علامہ مشرقی اور مسلمان ارتقاء
-	،، اونکی زبانیں اور طریقہ کار الگ الگ	-	۷۳	،، عارف روحی کا نقطہ نظر
-	،، لے لے ہوں -	-	۷۴	،، زندگی کی آئندہ منزل
۱۲۳	،، دین و شریعت کا فرق	۱۹	۲	آدم کی خلافت
۱۲۵	،، اسلام قابل قبول اور غیر اسلام	۲۰	۲۳	،، قصہ آدم کے الفاظ خلیفہ
-	،، قابل قبول کی تشریح	-	-	،، ملائکہ - ابلیس جن - ہبوط شیخ
۱۶۹	ایمان رسول اور مغفرت	۲۱	-	،، ورق الجنہ وغیرہ کی تشریح
۱۷۱	،، اتباع و اطاعت کا فرق	۲۲	۸۶، ۲۲	،، آدم پہلے انسان نہیں پہلے بادشاہ
۱۷۳	،، خطاب خاص مصداق نام کی مشابہت	۲۳	۵۲	،، آدم کی جنت زمیں پر تھی -
۱۷۵	،، اللہ اور بندہ کی محبت کا مفہوم	۲۴	۶۲	،، مماثلت آدم و عیسیٰ کی حقیقت
۱۷۱	،، معافی گناہ اور مغفرت کا فرق	۲۵	۷۰	،، آدم کی پیدائش تو اسے یاخرا کی پیدائش

۱۹۰۸:۷۱

۱۹۰۸:۷۱

۱۹۰۸:۷۱

۱۹۰۸:۷۱

۸۸	درختوں اور پھولوں کی گفتگو	۴۷	۱۷۸	۶۰	عروج و نزول اعمال پر منحصر ہے	۲۶
.	کہاں ہوگی؟	.	۱۷۷	.	فرمانبرداری کا نتیجہ نجات اور خوشحالی	۲۷
۹۲	قرآن میں جنت کی قیمت جاوید	۴۸	۱۷۷	.	فاسقانہ زندگی کا نتیجہ غلامی و بدحالی	۲۸
۹۹	حادثہ کی سمی جنت	۴۹	۱۷۸	.	رسمی اقرار اور عملی انکار کے باوجود	۲۹
۸۹	جنت و جہنم دنیا و آخرت دونوں میں	۵۰	.	.	اللہ کے خوب ہونے کا نہ عم باطل	۳۰
۸۵	جنت و جہنم کے دروازوں کی شرح	۵۱	۱۷۸	.	بے عمل قوم کو غلامی کا جہنم	۳۱
۹۳	جہنم کافروں کو محیط	۵۲	۱۷۷	.	آخرت کے تین مفہوم	۳۲
۱۱۳	رحمت اللعالمین	۵۳	۱۷۸	.	(۱) دوران زندگی کے آخری ایام	۳۳
۱۱۳	نورۃ توحید خدا و وحدت	۵۴	۱۷۸	.	(۲) مرنے کے بعد کائنات درنسل انجام	۳۴
۱۱۴	منتشر افراد کو متحد کرنا	۵۵	۱۷۹	.	(۳) کرہ ارض کی تباہی کے بعد	۳۵
۱۱۶	پیغام رحمت پر جو قوم عمل کرتی ہے	۵۶	.	.	خلق جدید و انسانی زندگی	۳۶
.	وہ کامیاب ہوتی ہے۔	.	۱۳۵	۱۳۵	الفاظ قیامت - ساعت و حشر وغیرہ	۳۷
۱۱۷	رفیقہ بندی موجب برکت ہے	۵۷	۱۳۵	.	اعادہ خلق یعنی پہلی پیدائش کی طرح	.
۱۴۹	شفاعت کی حقیقت	۵۸	.	.	دوسری پیدائش کی یقین دہانی	۳۸
۱۶۳	شفاعت باذن اللہ کا تعلق دنیا سے	۵۹	۱۰۶	.	بعثت بعد الموت کے دو مفہوم	۳۹
۱۵۹	شفاعت قیامت میں ہوگی	۶۰	۱۰۶	.	(۱) قیامت میں دوبارہ اٹھنا	۴۰
۱۶۶	رحم کی تعلیم پر چلنا ہی شفاعت سے فائدہ اٹھانا ہے	۶۱	۱۰۷	.	(۲) رزق و نون کا دوبارہ زندہ ہونا	۴۱
۳	قرآنی قصے عبرت کے لئے ہیں	۶۲	۷۷	.	غلامی موت ہے اور آزادی حیات	۴۲
.	کہانیاں نہیں ہیں۔	.	۷۷	.	جنت و جہنم کی حقیقت	۴۳
۶۵	کون نیکوں کی تشریح	۶۳	۷۸	.	نبی نبی را ابو لہدیہ کا لطیفہ	۴۴
۶۸	نفس واحدہ کی تشریح	۶۴	۷۷	.	مرزا غالب کا صوفیانہ سرود	۴۵
۱۲۹	نماز وغیرہ تنظیمی و اجتماعی اعمال ہیں۔	۶۵	۸۳	۹۱	عارف رومی و علامہ مشرقی کے نظائر نظر	۴۶
.		.	.	.	اقوام گزشتہ کا جنت سے اخراج	۴۷
.		.	.	.	اچھے برے جنات کی تبدیلی	۴۸

فہرست مضامین شائع شدہ در مختلف رسالہ جات

بشکل کتاب زیر طبع

خیر امت	جنوری ۱۹۵۸ء	اللہ کے مختلف اعتبارات
سایہ وبے سائگی	ڈسمبر ۱۹۶۵ء	اللہ انسان و مذہب
شرح صدر و ضیق صدر اپریل ۱۹۶۲ء	ستمبر ۱۹۶۲ء	انسان کا اصلی دین
صالح معاشرہ	فروری ۱۹۵۶ء	ایمان و کفر کے مختلف اعتبارات
عبادت کی حقیقت	۱۹۶۱ء ۱۹۶۲ء	اہل کتاب کا ناکارہ ایمان جولائی و جنوری
عذاب و نجات	اگست ۱۹۶۱ء	احسن تقویم کا مفہوم
مسلم و غیر مسلم میں دوستی و تعاون اپریل ۱۹۶۲ء	مئی ۱۹۵۸ء	اطاعت امیر کی اہمیت
مردوں کو زندہ کرنا	اپریل ۱۹۶۲ء	اصول و فروع و محکمانہ مشابہات
نیکی و بدی کی حقیقت	جنوری ۱۹۶۶ء	دانش نمرود و گلزار ابراہیمی
وحی کا قرآنی مفہوم	اپریل ۱۹۶۰ء	تخریف کلام کی حقیقت
وسیلہ کی صحیح تعبیر	اگست ۱۹۶۱ء	تنظیم کی ضرورت
ہدایت الہی کے چار مراتب فروری ۱۹۵۹ء	ڈسمبر ۱۹۵۶ء	حدیث کا مفہوم اور اقسام
ہندوستانی اہل کتاب	جنوری ۱۹۶۵ء	حروف مقطعات

مختلف مذہب نہیں ہیں باعث بیگانگی :- روح مذہب کے مگر بیگانہ انسان ہو گیا (افق کاظمی)
مختلف پھولوں نے پانی جس جگہ نشوونما :- بلبا وہ قطعہ ارضی گلستان ہو گیا (افق کاظمی)

قانون قدرت

علم عمل نتیجہ

ہر چیز کے دو پہلو۔ صبح اور غلط

علم صبح ہوتے عمل صبح ہوگا اور عمل صبح ہوتے نتیجہ بھی خوشگور برآمد ہوگا۔

علم غلط ہوتے عمل بھی غلط ہوگا اور عمل غلط ہوتے نتیجہ بھی ذلت و سوائی ہوگا۔

علم کے صبح ہونے کا معیار انسان کی عملی زندگی ہے۔ اور عمل کے صبح ہونے کا دار و مدار اس

کے انجام پر ہے کہ کیا کرتے سے کیا حاصل ہوا۔ نتائج سے بے پروا ہو کر صرف اپنے عقیدہ

و عمل کو صبح اور دوسرے کو غلط قرار دینا قریب نفس ہے جس میں دنیا کی ہر قوم مبتلا ہے۔

اپنے اعمال کو نتائج سے جانچو کہ ترقی پذیر ہیں یا ضائع ہارے ہیں۔ حسنہ فی الدنیا

والاخرہ کے مصادیق ہیں یا خسر الدنیا والآخرہ کے مماثل دنیا میں ذلت و سوائی

کے بعد آخرت کی تلاح و بعبود کا تصور و سوسہ نفس امارہ ہے۔ قرآن میں اللہ کا وعدہ ہے

کہ زمین کے وارث اور خلیفہ وہ لوگ ہونگے جن کا ایمان عمل درست ہو۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے

محروم وہ لوگ ہونگے جن کا ایمان و عمل ٹھیک نہ ہو۔ هل یصلک الا القوم العتقین (انفال)

کیا فاسق قوم کے سوا دوسرے ہلاک کئے جاتے ہیں یعنی ہلاکت و غلوبت کا قانون فاسقوں کیلئے ہے۔

سچے مومن و متقی قوم کے لئے نہیں۔

نتیجہ کرو کر اچھا ہو نہ وجیت تک عمل اچھا ہے، یہ نہیں بویا ہے تم اچھا تو کیب یا اور کئے چل اچھا

نہے اعمال کرتے اور توقع نیکنامی کی بڑی دماغ اپنا سوار و تم نہیں ہے یہی نظر اچھا دظفر

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ہے نہ جو جس کو خیال آہ اپنی حالت کے بدلنے کا (تباہ)

(ترجمہ آیات قرآنی سورہ انفال ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲)

تعارف

جناب میر ولایت علی صاحب ہمارے تعارف سے بے نیاز ہیں۔ ان کی علمی خدمات اور عملی جدوجہد اس کثرت سے اہل علم کے سامنے آچکی ہے کہ اب کسی کا تعارف آفتاب کو چراغ دکھانا ہوگا۔ ان کی قابل قدر تفسیلات اسلامی تعلیمات، مکتوبات ولایت روح القرآن وغیرہ مختلف انداز سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اب چند مضامین شائع ہو رہے ہیں جو سارے کے سارے قرآن ہی کی تحقیقات سے متعلق ہیں۔ ہم نے اسکو جتنہ جتنہ دیکھا موغظتنا کا دیکھنا مجموعہ ہیں توحید الہی و وحدت انسانی کی اہمیت کو پیش کیا گیا ہے۔ ہر مضمون میں موجودہ زندگی کو قرآن کے بتائے ہوئے اسوہ پر ڈھال کر خوشحال رہنے اور آخرت میں سرخ روئی حاصل کرنے کے قابل عمل طریقے کی دعوت گئی ہے۔ پیرایہ بیان دل نشین ہے۔ اہل علم حضرات کو الفاظ کی شرح دعوت فکر دیتی ہے۔ جناب موصوفی کی ساری عمر بلا خوف و ممتلائم اصلاحی جدوجہد میں گزری ہے۔ نیک نیتی کا اجر عند اللہ یقینی ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ انسانی برادری اس سے روشنی حاصل کر کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب میر صاحب کی دعوت کو شرف قبول بخشے، انسانیت کی اصلاح کا اجر ان کے نامہ اعمال میں ہمیشہ درج ہوتا جائے۔ اور آپ کو دائماً ایسے علمی کاموں میں منہمک رکھے۔ آمین

شرح دستخط - فضل اللہ عفرہ

استاذ جامعہ عثمانیہ (شعبہ دینیات) موافق تذکرہ
عبد الرحمن بن عوف فضل اللہ الصمدی توفیق الادیب المصنف

حافظ عبد الشکور
ذبی - اے - عثمانیہ

آئینہ قرآن

- قرآن دنیا کی ساری قوموں کے لئے نصیحت نامہ ہے (یوسف ۱۲۱)
- قرآن دنیا کے سارے تقویٰ شعار لوگوں کیلئے ہدایت و رہنما ہے (بقرہ ۲)
- انسانوں کا آپس میں بھائی بھائی بنے رہنا اللہ کی نعمت ہے (آل عمران ۳)
- نافرمانوں اور امن شکنوں کی اللہ سے رو نہیں کرتا (فجر ۱۱ و عنکبوت ۲۹)
- اللہ سے پسندوں اور اطاعت گزاروں کا مددگار ہے (روم ۲ و یونس ۱)
- اللہ فاسقوں اور ظالموں سے حکومت چھین لیتا ہے (شعرا ۱۶، ۵۸، ۵۹)
- اللہ متحد و منظم قوم کو زمین پر حکمراں بناتا ہے (نور ۲۴ و انبیاء ۲۱)
- اللہ کا عذاب اور ثواب دونوں جہاں میں ملتا ہے (زمر ۱۳)
- اسے سمجھ بوجھ سے کام لینے والی عبرت حاصل کرو (حشر ۵۹)
- ظلم و زیادتی سے بچو اور ضرورت مندوں کی امکان بھر دو کیا کرو (دوہرہ ۴۶)

(میر ولایت علی)

بہترین حکمت حاصل ہے اور بندہ اور شوقی تمام اہمیت کا
مقدمہ

علم کا مقصد انسان کو عمل کے لئے تیار کرنا ہے اور عمل کا مقصد انسان کو خوش حالی کی منزل پر پہنچانا ہے۔ قوموں کی تاریخ اور قرآن کریم میں اقوام گزشتہ کی ساری حکایات انہی مقاصد کے تکمیل کی توجہ دہانی ہے۔ جس علم سے عمل پیدا ہو اور جس عمل سے خوشحالی کی منزل حاصل یا کم از کم قریب ہو۔ ایسے علم و عمل کو لہو و لعب کہا جاتا ہے۔ لہو و لعب سے خواہ کتنی ہی دلچسپی رکھی جائے اور کتنی ہی آرزوئیں باندھ کر کتنی ہی انہماک سے مشغول رہا جائے اس سے سوائے تسکین نفس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نزول قرآن سے قبل کے تمام پیغمبر مسلمان تھے۔ اور ان کی امتیں بھی اپنے اپنے دور کی زبان کے لحاظ سے مسلمان قومیں تھیں لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تعلیم کا مقصد بھلا دیا اور آسان رسم و رواج کو اہمیت دیدی تو تعلیم کی جان نکل گئی۔ اور صرف ڈھانچہ رہ گیا۔ نتیجتاً پیغمبروں کے زمانہ کا ایک عملی گروہ جو اللہ کو مان کر اللہ کے نام پر جان و مال قربان کرنے کا ایمان رکھتا تھا اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مختلف مال مصالحہ کا ایک مضبوط جسم تھا۔ اس میں رفتہ رفتہ بوسیدگی آتی گئی اور اپنی اپنی خوش فہمیوں کے عقائد کے ذریعہ ایک ڈھانچے کے بیسیوں ڈھانچے بن گئے۔ قوموں کی حیات کے لئے تفریق ملت وہ ظلم عظیم ہے جس کو قدرت کبھی معاف نہیں کرتی۔ ایسی قوم لازماً ہلاک کر دیتی اور دوسری ابھرنے والی قوم کو اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ متفرق قوم کے بے جان

رسم و رواج اور خود پسند تمنائیں اور دعائیں راکھ کے ڈھیر کی مانند ہوتی ہیں جب کبھی ہوا کا کوئی تیز جھونکا آیا کہ سب کیا کر آیا پر اگندہ ہو جاتا ہے۔ سوائے چھیننے، کوسنے اور بد دعائیں دینے کے کچھ نہیں رہتا۔ یہ ایک عام قانون خداوندی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

قرآن کریم سوتے ہوؤں کو تھپک تھپک کر مزید غافل کر دینے والی کتاب نہیں ہے بلکہ غافلوں کو جھجور جھجور کر اٹھانے اور میدان کے شہسوار بنا کر دنیا میں عزت و آبرو سے رہنے اور رزق کریم سے مالا مال بنانے والی کتاب ہے جیسا کہ نزول قرآن عروج حاملین قرآن کا روشن دور گواہ ہے۔

قرآن میں انبیاء و ائم سابقہ کے جو قصے بیان ہوئے ہیں ان کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ — ”وہ سمجھا رہے لوگوں کی عبرت کے لئے ہیں“ (یوسف ۱۱۱) نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ — ”اور سب کچھ جو ہم رسولوں کے حالات سے تجھ پر بیان کرتے ہیں۔ اس سے ہم نیرے دل کو مضبوط کرتے ہیں اور اس میں نیرے پاس حق آگیا اور وہ ایمان والوں کے لئے وعظ و نصیحت ہے“ (ہود ۱۱۱) اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کے بیان کردہ تمام قصے قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے عبرت کا سامان ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حاکمان قرآن یعنی مسلمان بھی حاملین توراہ یعنی یہود کی طرح اسرائیلی روایات کی بے جان کہانیوں میں مست ہیں اور قصص قرآنی کی ایسی غیر معقول توجیہات پیش کرتے ہیں کہ زمانہ حاضر کا تعلیم یافتہ دماغ اس کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ میں نے اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ کے دو قصوں (مرد کے کس طرح زندہ ہوتے ہیں۔ اور آگ کس طرح ٹھنڈی ہوتی ہے) کا

کی حقیقت واضح کی ہے۔ وہ وضاحتیں اپنا اثر پھیلا رہی ہیں۔ آج قدمہ
خلافتِ آدم کی حقیقت پیش کر رہا ہوں۔

یہ مضمون اختصار کی ممکنہ کوشش کے باوجود کچھ طویل ہو گیا ہے۔ عام تصور
سے ہٹا ہوا ایک علمی مضمون کافی تفصیل کا طالب ہوتا ہے۔ مگر طبعاً اعتدال
کی دشواریوں نے اختصار پر مجبور کیا۔ دعا ہے کہ ایماندار لوگوں کی سمجھ میں اضافہ
ہو۔ جمود ٹوٹے اور حرارتِ ایمانی سے منصبِ خلافت تک رسائی حاصل کریں۔
میں نے ارادہ کیا تھا کہ خلافتِ آدم کا ایک ہی مضمون شائع کیا جائے۔ مگر
مخلص احباب کی پسندیدگی و تعاون نے ہمت بڑھائی اور قرآنی تعلیمات کے مزید
چند مضامین کی شمولیت و اشاعت پر آمادہ کیا۔ لہذا جملہ (۹) مضامین کا یہ مجموعہ
بنام قرآن اور انسان، بطور آئینہ عبرت پیش ہے۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ اللہ رب العالمین کے نزدیک باتوں اور فرقوں
کی کوئی اہمیت نہیں۔ کام کی صرف وہ باتیں ہیں جس سے عمل کا جذبہ پیدا ہو
اور پھر عمل کیا جائے۔ اور عمل بھی وہی کارآمد ہے جو افراد کو امن پسند
اور ترقی پذیر مقاصد کے لئے منظم کرے۔ مذہبی اعمال تنظیم کا ڈھانچہ ہیں اور
تنظیم اون اعمال کی جان۔ تنظیمی اعمال ہی اعمالِ صالح اور نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔
جن اعمال سے مقاصد امن و ترقی کی جان نکل جائے وہ اعمال بے جان
جسم کے مانند ناکارہ اور صرف طفل تسلیاں رہ جاتے ہیں۔ اور
کبھی بھل نہیں دیتے۔ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اوس نے فرقہ وارانہ
ذہنیت سے الگ ہو کر انسانیت کے نقطہ نظر سے قرآن حکیم

اور دیگر کتب مقدسہ کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور کام پر اگسٹانے والی باتوں کی اشاعت کے لئے چند ایسے مخلص اجاب بھی فراہم کئے جو اپنے خلوص کا اظہار تک پسند نہیں کرتے۔ ذریعہ نڈا جو باتیں بیان کی جا رہی ہیں وہ قطعاً دماغی تفریح کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس لئے ہیں کہ جن جاندار خیالات پر مفادات کے پردے ڈال کر قوائے عمل کو مفلوج کر دیا گیا ہے۔ اون کے انکشاف سے پھر تازگی پیدا ہو جائے۔ اور دین کے دعویدار حضرات دین پر عملاً فائز ہو کہ خدا کی کائنات کو خدا کی مرضی کے مطابق چلانے کا تقرب خداوندی حاصل کریں۔

میری دلی تمنا ہے کہ صالح معاشرہ قائم کرنے کے لئے ہر کتب خیال کے نوجوان دل رکھنے والے ترقی پسند افراد و زوجات سے صرف نظر کر کے مشترکہ جدوجہد پر آمادہ ہوں تاکہ قوم زندہ جاوید ہو جائے اور قومی زندگی کو دوام نصیب ہو۔ آمین۔ فقط

فاکار

میر ولایت علی

5-9-67

ادارہ علمیہ

321۔ جدید ملک پیٹ حیدر آباد (36)

(اے۔ پی۔ انڈیا)

خلافت آدم

وہ۔ قرآن مجید میں قصہ آدم عروج انسان کی داستان ہے جو تا قیامت انسانوں سے لئے مفید و کارآمد ہے۔ اس سے ہر زمانہ کا انسان عروج حاصل کرنے اور تنزل سے بچنے کا سبق حاصل کر سکتا ہے۔ مگر آج وہ جامد تقلیدی ذہنیت کے باعث تنزل آدم کی ایک فرسودہ و زناکارہ کہانی بنا ہوا ہے۔ جس میں ہماری زندگیوں کے لئے کوئی سبق نہیں ملتا۔

فلک تراجم و تفاسیر قرآن میں یوں منقول ہے کہ آدم پہلے انسان میں جن کی تخلیق مٹی سے اس طرح ہوئی کہ مٹی کا پتلا بنایا گیا اور اوس میں روح پھونکے سے وہ چلتا پھرتا انسان بن گیا۔ اور یہ عمل ممکن کیوں ہے ہوا یعنی ادھر حکم دیا اور ادھر پتلا فوراً حرکت میں آ گیا۔ اوس کو اللہ نے اپنا نائب بنایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سبھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سرکشی کی اور غرور کیا پھر اللہ نے آدم کی پسلی سے اوس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں کو جنت میں رکھ کر کہا گیا کہ جہاں سے جی چاہے کھاؤ مگر ایک درخت کے پاس نہ جانا۔ جنت میں شیطان نے آدم اور اوس کی زوجہ کو بہکایا۔ ان دونوں نے حکم الہی کے خلاف اوس درخت کو چکھا جس سے ان دونوں کی منہم گاہیں نمایاں ہوئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے ڈالنے لگے۔ ان دونوں کی اس غلطی کو دیکھ کر اللہ نے سب کو جنت سے نیچے دنیا میں اتار دیا۔ اور اوس سے اس تنزل کے بعد زمین میں انسانی نسل پھیل

پھر اللہ نے سارے انسانوں کو حکم دیا کہ تمہارے پاس جب کبھی میری ہدایت آئے تو اس کو قبول کرو تو جنت ملیگی اور اگر شیطان کی بات قبول کرو گے تو جیسے تمہارے دادا آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا تمہیں بھی تکالیف میں مبتلا کر دے گا۔ اور تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔“

یہ قصہ یہودی و نصاریٰ کی توضیحات پر مبنی ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے قابل ہے کہ اس سے دراصل انسانی تنزل ثابت ہوتا ہے یا اس سے انسان کے ارتقائی منازل طے کرنے کا سبق ملتا ہے۔

ٹ۔ قرآن مجید میں قصہ آدم و طابکہ و ابلیس (۷) مقامات میں مذکور ہے۔ ان میں بات تو تقریباً ایک ہی کہی گئی ہے مگر کئی جگہ الفاظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں ان سب کو ایک ساتھ دیکھ کر سمجھنے اور نتیجہ پر پہنچنے کے لئے تمام مقامات کے مختلف اجزاء، عکسی قرآن المحکم درجہ اشرف علی صاحب تھا نومی سے نوعیت وار یکجا نقل کئے جاتے ہیں تاکہ اللہ کے احکام - آدم کا مقام - فرشتوں کا بیان - اور ابلیس کی حجت واضح ہو کر تمام انسانوں کے لئے عبرت کا موجب بنے۔

ٹ۔ اللہ کا قول | اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ

لہ بقرہ ۲/۳۹ تا ۳/۲۸ اعراف ۷/۲۸ تا ۱۵/۲۸ بنی اسرائیل ۱۴/۶۱ تا ۱۵/۶۱

کہف ۱۸/۵ طہ ۲۰/۱۲ تا ۲۱/۱۲ ص ۳۸/۸۱ تا ۳۹/۸۱

فَمَا آتَى مِنْ خَلِيفَةٍ

اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں (بقرہ ۲)

اس میں خلیفہ کا ترجمہ نائب کیا گیا ہے ؟

وَكَيْفَ فَرَسْتُوْنَ كَا اَعْتْرَاضٍ فرشتوں نے کہا۔ کیا۔ آپ زمین میں ایسے شخص

کو اپنا نائب بنانا چاہتے ہیں جو اس میں فساد ڈالے اور خونریزی کرے۔

ہم آپ کی تبلیغ کرتے ہیں تعریف کے ساتھ۔ اور آپ کے لئے پاکی بیان

کرتے ہیں (۲)

فَتَ فَرَسْتُوْنَ كَا اَمْتِحَانٍ اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں

جانتے ۲ اور آدم کو اللہ نے تمام چیزوں کے اسماء کا علم سکھا دیا۔

پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں اور فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو ان

چیزوں کے اسماء (مع ان کے استعار و خواص کے) اگر تم سچے ہو ۲ فرشتوں نے کہا

آپ تو پاک ہیں۔ ہم کو کوئی علم نہیں مگر وہی جو کچھ آپ نے ہم کو سکھایا۔

بیشک آپ بڑے علم و حکمت والے ہیں ۲ اللہ نے فرمایا کہ اسے آدم!

ان فرشتوں کو ان چیزوں کے اسماء بتلا دو۔ سو جب آدم نے ان کو بتلا

تو اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں اسمائے

اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزیں اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر

کو دیتے ہو یا دل میں چھپا رکھتے ہو ۲۔

وَكَيْفَ فَرَسْتُوْنَ كَا اَعْتْرَاضٍ (۱) جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو

کہ آدم کے سامنے سجدہ میں گرجاؤ

سوسب سجدہ میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔ اوس نے سرکشی کی اور کہا (نقرہ ۲۱)
 (۲) ہم نے تم کو پیدا کیا۔ (خَلَقْنَاكُمْ) پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے
 فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سوسب نے سجدہ کیا پھر ابلیس کے۔ وہ سجدہ
 کرنے والوں میں شامل نہوا۔ (اعراف ۱۷)

(۳) ہم نے انسان کو بچتی ہوئی مٹی جو کہ سٹرے ہوئے گارے کی بنی ہوئی تھی
 پیدا کیا اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی۔ پیدا
 کر چکے تھے ۱۵۔ اور جب آپ نے ملائکہ سے کہا کہ میں ایک بشر کو مٹی سے
 جو سٹرے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں ۱۵۔ سوسب اوس کو پورا بنا
 چکون اور اوس میں اپنی طرف سے جان ڈالوں تو تم سب اوس کے روبرو
 سجدہ میں گر جانا ۱۵۔ سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا ۱۵۔
 سوائے ابلیس کے۔ اوس نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ سجدہ کرنے والوں
 میں ہو ۱۵۔ اس میں روح کا ترجمہ جان کیا گیا ہے۔ حالانکہ جان ترجمہ ہے نفس کا
 نفس اور روح کے مفہوم میں کافی فرق ہے۔ نفس ادنیٰ ہے اور روح اشلیٰ
 (۴) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو بھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے

(۱۷)
۲۱

(۵) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس نے رب کے حکم سے فسق

کیا (۱۸)
۲۵

(۶) سرکشی کی (۲۱)

(۷) جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں ۱۵

موجب میں اوس کو پورا بنا چکوں اور اپنی طرف سے اوس میں جان ڈالوں
تو تم اوس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا $\frac{۳۸}{۴۲}$ سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا
 $\frac{۳۸}{۴۲}$ سوائے ابلیس کے اوس نے تکبر کیا $\frac{۳۸}{۴۲}$ ۔ اس میں بھی روح کا ترجمہ جان کیا
گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۵ ابلیس کون تھا | ابلیس جنوں میں سے تھا $\frac{۱۸}{۶۰}$ کافروں میں سے تھا $\frac{۲}{۳۲}$ و $\frac{۲۳۸}{۴۲}$ = غور طلب

۶ ابلیس سے استفسار | حکم دیا تھا پھر کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا $\frac{۱۱}{۱۲}$ =
ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا جانا کہیں مذکور نہیں ہے۔

۷ اللہ نے کہا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرے والوں میں شامل
نہو $\frac{۱۵}{۳۳}$ ۔

۸ اللہ نے کہا اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اسکے
آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا کیا تو غرور میں آ گیا۔ یا اونچے درجہ میں
تھا $\frac{۳۸}{۴۵}$ ۔ روایات میں ہے کہ مٹی کا پتلا جبریل نے بنایا۔ یہاں صاف ہے کہ اللہ
نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

۹ ابلیس کا جواب | (۱) ابلیس نے کہا۔ اے اللہ! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے
مجھے آگ سے پیدا کیا۔ اور آدم کو خاک سے $\frac{۳۸}{۴۹}$ ، $\frac{۱۱}{۱۲}$ ۔

نسلی پیدائش معیار برترقا نہیں ہے۔

(۲) ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ جس کو تو نے کھنکھناتے سرے ہوئے
گارے سے بنایا ہے اوس کو سجدہ کروں $\frac{۱۵}{۳۳}$ ۔ نسلی اور خاندانی غرور؛

(۱۳) ابلیس نے کہا بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا

کیا ہے اور کہنے لگا کہ کیا یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے $\frac{۱۵}{۶۱۵۶۱}$

تاک ابلیس پر اللہ کا عتاب (۱) اللہ نے کہا اے ابلیس اس سے نیچے اتر جا

تجھ کو کوئی حق نہیں، کہ اس میں تکبر کرے پس خارج ہو جائے شک تو ذلیلوں میں

شمار ہونے لگا (انک من الصغیرین)

(۲) اللہ نے کہا اے ابلیس تو اس سے خارج ہو جا۔ بیشک تو مردود ہو گیا $\frac{۱۵}{۳۳}$

اور بیشک تجھ پر لعنت رہے گی یوم جزا تک $\frac{۱۵}{۳۵}$ ۔ و $\frac{۲۸}{۷۸۷۷}$ ۔

تاک ابلیس کی مہلت طلبی اور منظوری (۱) ابلیس نے کہا مجھ کو یوم بعثت

تاک مہلت دی جائے۔ ارشاد ہوا

کہ تجھ کو مہلت دی گئی ہے وہ کہنے لگا یہ سب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے۔

(اَسْخُوْاۤیْتِنِیْ) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اون کے لئے اون کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا $\frac{۱۵}{۱۶}$

پھر اون پر اون کے آگے سے پیچھے سے۔ دائیں اور بائیں جانب حملہ کروں گا اور آپ

اون میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے ارشاد ہوا یہاں سے ذلیل خوار

ہو کر نکل جا۔ جو شخص ان میں سے تیرا کہتا مانے ضرور تم سب سے مہتم کو بھر دوں گا $\frac{۱۵}{۱۸}$

ابلیس کو بلا معذرت مہلت دی گئی اور وہ ظالم اپنی غلطی کو خدا کے سر تھوپتا ہے جیسا کہ

ہر ہٹ و حرم خاطری تقدیر کا حوالہ دیا کرتا ہے۔

(۲) ابلیس نے کہا مجھ کو یوم بعثت تک مہلت دیجئے $\frac{۱۵}{۳۳}$ ارشاد ہوا کہ تو مہلت

یا فتوں میں سے ہے $\frac{۱۵}{۳۳}$ وقت معلوم کے دن تک $\frac{۱۵}{۳۸}$ ابلیس نے کہا اے میرے رب

یہ سب اس کے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا۔ میں ضرور ان کو ان کے لئے زمین میں زینت دوں گا

معاہن کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور سب کو گمراہ کروں گا ۱۵ اسوائے تیرے
 مخلص بندوں کے ۱۵ ارشاد ہوا کہ یہ ایک صدھار استہ جو تھو تاک پہنچتا ہے
 ۱۵ واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہیں چلے گا۔ ہاں مگر جو گمراہ لوگوں
 میں سے تیری راہ پر چلنے لگے ۱۵ اور بے شک ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے ۱۵ جس
 کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لئے اون کے الگ الگ حصے ہیں ۱۵۔
 اس میں بھی وہی ہٹا دھر جی ہے۔ سات دروازوں کی توجیہ کے لئے ملاحظہ ہو
 مضمون (جنت و جہنم کی سیر)

(۳۰) اگر آپ جھکو قیامت کے دن تک ہمت دیں تو میں تھوڑے سے شخصوں
 کے سوا اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا ۱۵ ارشاد ہوا جا، جو شخص اون میں
 سے تیرے ساتھ ہو لیگا سو تم سب کی سزا جہنم ہے پورے سزا ۱۵ اور اون میں جس
 پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اون کے قدم اکھاڑ دینا اور اون پر اپنے پیادے
 چرھانا اور اون کے مال و اولاد سے اپنا سا جھا کر لینا۔

اور اون سے وعدے کرنا۔ اور شیطان ان لوگوں سے باطل

جھوٹے وعدہ کرتا ہے ۱۵ میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلیگا ۱۵۔ اس
 میں مال و اولاد میں سا جھا کرنا غور طلب ہے

(۳۱) ابلیس نے کہا جھکو یوم بعثت تک ہمت دیجئے ۳۸ ارشاد ہوا کہ تو ہمت
 یافتوں میں سے ہے ۳۸ وقت معلوم کے دن تک ۳۸ ابلیس نے کہا آپ کی عزت کی
 قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا ۳۸ بجز آپ کے اون بندوں کے جو ان میں مخلص ہیں
 ۳۸ ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی کہا کرتا ہوں ۳۸ کہ میں تجھ سے ادب

ان میں تیرا ساتھ دے ان سب سے جہنم کو بھردو نگا $\frac{۳۸}{۸۵}$ ۔ اس میں خدا کو ماننے اور خدا کی قسم کھانے کے باوجود گمراہی کی سزا جہنم ہے۔

۳۱۔ آدم کو جنت میں لے جانے کا حکم | (۱) اللہ نے آدم سے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہا کرو۔

اس میں سے جس جگہ سے چاہو یا فراغت کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ جانا اور تم بھی ظالموں میں ہو جاؤ گے (بقرہ $\frac{۲}{۳۵}$ و اعراف $\frac{۲}{۹}$) اس میں درخت کی وضاحت نہیں مگر اشارہ قریب موجود ہے۔

(۲) اللہ نے کہا کہ اے آدم یہ ابلیس بلاشبہ تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے۔ پھر تم مشقت و مصیبت میں پڑ جاؤ گے یہاں تو تمہارے لئے یہ ہے کہ تم نہ بھوکے رہو گے نہ تنگے ہو گے $\frac{۲}{۱۱۹}$ معاشی خوشحالی جنت اور معاشی تنگ حالی جہنم؟

۳۲۔ آدم کو جنت میں شیطان کا بہکانا | (۱) پھر شیطان نے اون دونوں کو یعنی آدم اور اون کی

زوجہ کو بہکایا اور خارج کر دیا اون دونوں کو اوس سے جس میں وہ تھے۔ اللہ نے کہا تم سب اتہ جاؤ لا اھبطوا تم میں سے بعض بعض کے دشمن رہیں گے۔ اور تمہیں زمین پر ایک مدت تک بھیرنا اور کام چلانا ہے (بقرہ $\frac{۲}{۳۶}$)

(۲) پھر شیطان نے اون دونوں (آدم و زوجہ آدم) کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ اون کا پردے کا بدن ظاہر کر دے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا اور یہ کہا کہ اللہ نے تمہیں اس درخت سے اس لئے منع کیا کہ کہیں تم دونوں فرشتے

بن جاؤ یا ہمیشہ رہتے والے نہ ہو جاؤ پکے اور ان دونوں کے آگے قسم کھائی کہ بے شک میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں پکے پھر کھینچ لیا فریب سے اوں دونوں کو۔ جب ان دونوں نے درخت سے چکھا تو اوں دونوں کے پردے کے بدن اوں پر ظاہر ہو گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے ڈھانکنے لگے۔ پھر اللہ نے اوںہیں پکارا کہ کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے پکے۔

(۳) پھر شیطان نے اوں دونوں کو بہکایا۔ کہا اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی کا درخت بتاؤں اور ایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آئے پکے پھر دونوں نے اوس کے بہکانے سے اوس درخت سے چکھا۔ اوں دونوں کے بدن ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے ڈھانکنے لگے۔ اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا پس وہ غلطی میں پردے لگے پکے۔

وہ آدم کی معذرت | (۱) آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ حاصل کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے اوں پر اپنی رحمت کے ساتھ

توجہ فرمائی (فتاب علیہ)۔ توبہ قبول کر لی، بے شک اللہ ہی بڑے توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور مہربان ہے پکے۔

(۲) آدم اور اوں کی زوجہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم کھانے والوں میں ہو جائیں گے پکے۔

(۳) جب انہوں نے معذرت کی تو اوں کو اوں کے رب نے مقبول بنا لیا پھر

اون پر توجہ فرمائی اور راہ راست پر قائم رکھنا۔

(۱) اللہ نے فرمایا تم سب کے سب یہاں سے

اتر جاؤ پھر اگر آدے تمہارے پاس میری

طرف سے کسی قسم کی ہدایت ہو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کریگا تو اس پر کوئی اندیشہ

ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے۔ اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہمارے احکام

کی تکذیب کریں گے یہ لوگ جہنمی ہونگے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) اللہ نے فرمایا کہ اسی حالت میں اتر جاؤ کہ تم باہم بعض بعضوں کے دشمن

ہو گئے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور ایک وقت تک نفع حاصل

کرنا ہے اور فرمایا کہ تم کو وہیں نہ نہ گی بسر کرنا ہے اور وہیں مرنے اور اوس میں

سے پیدا ہونا ہے۔

(۳) اللہ نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ تمہارے بعض بعضوں کے دشمن

ہوں گے پھر اگر میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو شخص میری ہدایت کی اتباع کرے گا

تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔ اور جو میری نصیحت سے اعراض کریگا تو اس

کے لئے معاشی تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اوس کو اندھا اٹھائیں گے

اور کہیں گے اے میرے آپ نے جھکو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا

اور شاد ہوگا کہ ایسا ہی (تجسسے عمل ہوا تھا) تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے

تو نے اون کا کچھ خیال نہ کیا ایسا ہی آج تیرا خیال نہ کیا جائے گا۔ ہم اوس شخص

کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے۔ اسی طرح نرا دیئے۔

واقعی آخرتاً کا عذاب سخت اور بڑا دیر پا ہے۔ کیا ان لوگوں کو اس سے بھی

پدائت نہیں ہوئی کہ ہم اون سے پہلے بہت سے گروہوں کو پاک کر چکے ہیں۔ اون کے رہنے کے مقامات میں یہ بھی چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں اہل فہم کیلئے نشانیاں موجود

ہیں۔
۱۴۸

۱۱) قصہ آدم مندرجہ سورہ بقرہ کے ختم پر خطاب بنی اسرائیل سے ہے: "اے بنی اسرائیل میری اوس نعمت کو یاد کرو جو

میں نے تم پر کی ہے۔ اور پورا کرو میرے عہد کو، پورا کرو نگاہیں تمہارے عہد کو۔ اور صرف مجھ سے ڈرو۔"

۱۲) سورہ اعراف کے مندرجہ قصہ کے ختم پر خطاب بنی آدم سے ہے:-

موا بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔ اور تقویٰ کا لباس یہ اُس سے بہتر ہے یہ اللہ کی

نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اے اولاد آدم شیطان

تم کو کسی خرابی میں نہ ڈالو۔ جیسا اوس نے تمہارے بزرگوں کو (ابو حیکم) جنت سے باہر کرادیا کہ اون کا لباس بھی اون سے اتروا دیا تاکہ اون کو اون کے پردے کا

بدن دکھائی دینے لگے۔ وہ اور اوس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم اون کو

نہیں دیکھتے ہو۔ ہم شیطانوں کو اونہی لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے

۱۳) اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام... کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا

کو اسی طریق پر پایا ہے۔ اور اللہ نے ہم کو یہی بتلایا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ

فحش کام کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگانے ہو جس کا تم سہ

نہیں رکھتے۔
۱۴۹

(۳۶) سورہ قصص ^{۳۸} کے مندرجہ قصہ آدم کے ختم پر خطاب رسول صلعم سے ہے :-
 تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناؤں گا کوئی نوالہ
 میں ہوں ^{۳۸} بس یہ ایک نصیحت ہے جہاں والوں کے لئے ^{۳۸} اور تھوڑے دنوں
 کے بعد تم کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائیگی ^{۳۸} اس رابطہ کلام پر غور کرنے سے
 وجہ نزول قصہ آدم پر سبق آموز روشنی پڑتی ہے۔

۱۸ سوالات حل طلب
 قصہ آدم کے تمام مقامات نوعیت وار یکجا کر دیئے
 گئے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے متعدد سوالات حل طلب

پائے جاتے ہیں۔

(۱) فقرہ (۴) کی مندرجہ آیت ^{۱۱} سے ظاہر ہے کہ اللہ نے آدم کو خلیفہ بنانے
 کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا نہ کہ انسان بنانے کا نئی مخلوق انسان بنانے اور انسانوں پر
 خلیفہ بنانے میں کافی فرق ہے۔ نئی پیدائش کے لئے خلق کا لفظ آتا ہے جو یہاں نہیں ہے۔
 (۲) فقرہ (۵) کی مندرجہ آیت ^{۱۲} سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کا اعتراض یہ تھا کہ
 آدم فساد و خونریزی کریں گے جب کہ ابھی آدم بتے نہیں تھے بنائے جا رہے تھے۔
 اس وقت فرشتوں کو کس تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدم آئندہ چکر لوگوں میں فساد و
 خونریزی کریں گے در آنحالیکہ فرشتوں کا علم صرف اتنا ہی تھا جس حد تک وہ نہیں
 معلوم کر آیا گیا تھا۔ نیز جب آدم شخص واحد تھے اور ایک ہی شخص کو خلیفہ بنایا جا رہا
 تھا تو فرشتوں نے اجماعاً جمع یہ کیوں کہا کہ ہم سب نیری تسبیح و تقدیس کر نوالے
 ہیں؟ کیا سب فرشتوں کو خلیفہ بنانے کا مطالبہ تھا؟

(۳) فقرہ (۶) کی مندرجہ آیات ^{۱۳} سے ظاہر ہے کہ اللہ نے اشیاء

کے آثار و خواص کا علم آدم کو سکھایا اور یہ علم فرشتوں کو نہیں سکھایا گیا تھا
ایک کو علم سکھا کر دوسرے غیر تعلیم یافتوں سے امتحانی مقابلہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟
کیا کوئی نمٹن بڑی کلاس کا امتحان چھوٹی کلاس والوں سے لیا کرتا ہے؟
یا کسی ایک کو پرچہ تبلا کر دوسروں کو عمدہ اہل کیا کرتا ہے؟ اگر کوئی نمٹن ایسا
کرے تو ایسے نمٹن کو عادل و منصف بھی کہا جا سکیگا یا نہیں؟

(۳) فقرہ (۷) سے ظاہر ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ
کریں۔ سبھوں نے اوس کی تعمیل کی۔ سوائے ابلیس کے۔ کیا ابلیس بھی فرشتہ نہ تھا
نام تھا جو حکم سجدہ میں شامل تھا اور حکم کی تعمیل نہ کرنے سے کافر ہو گیا؟
سورہ بقرہ و سورہ طہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے سرکشی کی اور تکبر
کیا۔ سورہ اعراف و سورہ حجر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل
ہونا پسند نہیں کیا اور شامل نہیں ہوا۔ اور سورہ کہف کی عبارت سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ابلیس نے اپنے رب کے حکم سے فسق کیا مگر اس کو سجدہ کرنے کا حکم ہی
کب دیا گیا تھا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ یہ فرشتہ تو تھا نہیں۔

(۵) فقرہ (۸) سے ظاہر ہے کہ ابلیس کا فروں اور جنوں میں سے تھا

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اوس وقت کا فروں اور جنوں کی تو میں موجود تھیں

جن میں ایک کافر ابلیس تھا۔ مگر اس کا کہیں پتہ نہیں کہ کافروں اور جنوں کو بھی

سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ سارے کافروں اور جنوں نے

کیا عمل کیا۔ صرف ایک ابلیس کو سجدہ نہ کرنے کا مجرم کیوں قرار دیا گیا؟

سارے کافر اور سارے جن مجرم قرار دیئے جانے چاہئیں بشرطیکہ انہیں بھی حکم

دیا گیا ہو۔ اور وہ سارے نافرمانی کے ہوں؟

(۶) فقرہ (۹) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنے دو نوں ہاتھوں سے بنایا اور ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ اظہار ابلیس سے استفسار کے دوران میں کیا گیا ہے مگر حکم دیئے جانے والے مقامات میں کہیں پتہ نہیں کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو؟ اس میں یہ استفسار نہایت غور طلب ہے کہ ”اے ابلیس کیا تو اونچے درجے والوں میں تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اونچے درجے اور نیچے درجے والے موجود تھے۔

(۷) فقرہ (۱۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ابلیس اپنے کو آگ کی مخلوق بتا کر بڑے درجے والوں میں شمار کرتا تھا اور آدم کو خاک کی مخلوق بتا کر چھوٹے درجے میں ظاہر کرتا تھا اور یہ بھی طنز کرتا تھا کہ مسیحا کی مخلوق کو آگ کی مخلوق پر کیسے ذہنیت حاصل ہو سکتی ہے؟

(۸) فقرہ (۱۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ابلیس کے تاویلی جواب کو پسند نہیں کیا اور غنایاب فرمایا کہ تو نافرمانی کر کے مردود ہو گیا۔ بچپن روزہ جبرائیل لعنت۔ یہاں سے ثابت ہو جا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طنز میں موجود تھے جن میں اس کا شمار کیا گیا مگر یہ واضح نہیں ہے کہ کس مقام سے خارج کر کے کہاں بھیجا گیا؟

(۹) فقرہ (۱۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے یوم بعثت یا یوم قیامت تک ہدایت طلب کی اور انسانوں کو گمراہ کرنے کی اجازت اسے انداز سے چاہی کہ اسے خدا نے جھکو گمراہ کیا ہے تو میں بھی تیرے

بندوں کی بیدھی راہ پر بٹھکا اور اون پر آگے پیچھے سے حملہ کر کے
اون کی بھاری اکثریت کو گمراہ کروا گا۔ اللہ نے اس مہلت طلبی کو
وقت معلوم تک اس اظہار کے ساتھ منظور فرمایا کہ جس طرح بہکا
سکتا ہے بہکائے۔ مگر میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلیگا۔ یہ یاد
رکھو کہ میں تجھے اور تیرے تمام ساتھیوں کو جہنم میں بھر دوں گا جس کے
ساتھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے اون کے الٹ الٹ حصے
ہیں۔ ان دروازوں کی کوئی تفصیل درج نہیں ہے۔

(۱۰) فقرہ (۱۳) سے ظاہر ہے کہ اللہ نے آدم کو معزز و جہت
میں رہ کر جو چاہیں با فراغت کھانے پینے کی اجازت دی اور سمجھا دیا کہ
اس میں تم تنگ بھوکے اور پیاسے نہ ہو گے مگر یاد رکھو کہ ابلیس تمہارا
دور تو باری زوجہ کا دشمن ہے۔ کہیں ایسا نہ کہ تم ابلیس کے داؤ میں
آ کر اوس درخت کے قریب پہنچ کر اوس سے چکھ لو گے تم بھوک پیاس اور
بھانسی کی کیفیت میں پڑ جاؤ اور جنت میں خوشحالی سے رہنے کا حق زائل کر لو
اگر تم اوس کے داؤ میں آ گئے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے اور جنت سے نکال دیے
جاؤ گے۔ جنت میں کونسا درخت تھا جس کے استعمال سے آدم کو روکا گیا
اس کی کوئی مہرحت نہیں۔ البتہ اشارہ قریب کا کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے
کہ کسی درخت کو بنلا کر اوس کے پاس جانے اور اوس کو استعمال کرنے سے منع
کیا گیا ہے۔ پس یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جنت جیسے خوشحال زندگی کے مقام
پر ایسا کونسا درخت ہو سکتا ہے کہ خلافت کے لئے منتخب شدہ انسان

بھی عیش و عشرت کے مقام سے خارج کر کے بھوک، پیاس اور لباس کی مصائب کے مقام پر پہنچا دے سکتا ہے؛ اس میں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آدم جو فرشتوں کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد جنت کے مستحق قرار پائے اور ان کی زوجہ کو کس صلہ میں جنت ملی جب کہ اون سے کوئی امتحان ہی نہیں لیا گیا تھا نیز ابلیس کو جو نافرمان تھا جنت میں داخلہ کیے ملا کہ اندر جا کر دونوں کو بہکایا۔ جنت تو نافرمانوں پر حرام ہے۔

۱۱۱، جب آدم و حوا دونوں شیطان کے بہکاوے میں آگے اور جنت کو چکھ لئے تو دونوں کا پردے کا بدن ظاہر ہو گیا۔ کیا اس سے قبل وہ بدن ظاہر نہیں رہتا تھا؟ اور کیا وہ کپڑے پہنا کرتے تھے جو اتر گئے۔ اور ورق الجنبہ سے کیا مراد ہے جس سے رستروپوشی یا عیب پوشی ہو سکتی ہے۔

۱۱۲، فقرہ (۱۱۲) سے ظاہر ہے کہ آدم اور اون کی زوجہ کو جنت میں

رکھا گیا تھا۔ جہاں سے ہبوط کا حکم ملا یعنی پتھے اترنے کا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کہیں اور پر تھی جس میں لغزشیں بھی ہو سکتی ہیں اور پھر جنت سے پیچھے بھی اتارے جاسکتے ہیں۔

۱۱۳، فقرہ (۱۱۳) سے ظاہر ہے کہ جب نامعلوم جگہ کی جنت میں آدم و حوا

کو شیطان نے بہکایا تو حکم ہوا کہ تم سب پیچھے اتر جاؤ۔ جب پیچھے اتر گئے تو آدم نے توبہ سیکھ لی اور تائب ہو گئے تو اللہ نے توبہ قبول کر لی۔ گویا تنزیلی کامر افوض منظور ہو گیا۔ مرفوعہ کی منظوری کے بعد سابقہ بلذم مقام ملنا ضروری ہے۔ کیا آدم کو پھر جنت میں بھیجا گیا؟ اگر دوبارہ جنت نہیں ملی تو توبہ قبول ہونے اور بدستور

نیچے ڈال رکھنے کا یہی مطلب ہے

(۱۴) آدمؑ - عوا اور شیطان کو نیچے اتارنے کے بعد ارشادِ الہی ہوا کہ دیکھو جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت آوے تو جو کوئی ہدایت کی اتباع کریگا اوس کو کوئی خوف و غم نہوگا اور جو لوگ کفر کریں گے اور احکام کی تکذیب کریں گے وہ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ اوس میں رہیں گے۔
شیطان تو کسی ہدایت کو قبول ہی نہیں کر سکتا اور آدمؑ تو خود ہدایت یافتہ رہی تھے۔ ان پر کسی دوسرے ہادی کا بھیجا جانا بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ پھر ان احکام کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے؟

(۱۵) آدم کو زمین پر خلیفہ بنایا گیا اور امتحان میں کامیاب ہونے پر جنت میں سکونت کرائی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت نہ زمین ہی کے کسی مقام کا نام ہے اور شجر ممنوع بھی زمین ہی پر ہے جس میں آدم سے لغزش ہوئی ایسی صورت میں جنت سے نیچے اتارنے کا کیا مفہوم؟

(۱۶) سورہ اعراف کی آیت ۱۱ کا خطاب بعبقۃ جمع نام انسانوں سے ہے اور اوس میں آدم کو سجدہ کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ لفظ سے شروع ہوا ہے یہ آدم شخص واحد ہے یا سارے انسان مراد ہیں اور فرشتوں کا سجدہ سارے انسانوں کو ہوا یا صرف ایک آدم کو؟

(۱۷) آیت ۱۱ میں ذکر ہے کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور آئی ایسا حکم دیا جانا کہیں مذکور نہیں ہے۔ یہاں ابلیس کا جواب بعبقۃ واحد شخص ایک آدم سے متعلق ہے کہ میں اوس سے بہتر ہوں۔

(۱۸) آیت ۳ میں "إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ" اور آیت ۱۹ میں فَتَأْتُونَ
بِئْسَ الظَّالِمِينَ " فرمایا گیا ہے یعنی تو ذیلیوں میں یا ظالموں میں شمار ہوگا کیا
او سو وقت کوئی ذلیل گروہ یا ظالم گروہ موجود تھا؟ اور کیا آیت ۲ کے الفاظ
"مَکَانَ بَدِ الْکَافِرِينَ" اور ۳ کے الفاظ "إِنَّکَ مِنَ الصَّغِيرِينَ" ہیں؟
(۱۹) آیت ۳ میں بغیر اظہار ندامت ابلیس کی ہمت طلبی اور آیت ۵ میں
ہمت نمودار کرنے کا ذکر ہے۔ محترم تہاؤبی صاحب نے اس کا حاشیہ یوں لکھا ہے کہ:
"اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی دعا بھی گاہے قبول ہو جاتی اور یہ مستلزم اکرام و محبت
نہیں" یہ تشریح نہایت تشنہ اور کافی غور طلب ہے۔

(۲۰) آیت ۳ میں ابلیس کہتا ہے کہ اے اللہ آپ نے مجھ کو گمراہ
کیا اور آیت ۱۲ میں ہے کہ اللہ نے تو ابلیس کو سجدہ نہ کرنے کا ایما دیا نہیں کیا تو
پھر گمراہ کرنے کی بسنت اللہ کی طرف کس طرح کی گئی اور اس کی تردید کیوں
نہیں ہوئی؟

(۲۱) آیت ۳ میں ابلیس کہتا ہے کہ "اے آدم تمہیں درخت سے اسلئے
منع کیا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتہ بنو جاؤ۔" آدم کے لئے یہ تو کوئی وجہ ترغیب
نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتہ تو آدم کے سجدہ گزار ہیں اس لئے آدم سے درجے میں
کم ہیں اور ترغیب کم درجے کیلئے نہیں ہو سکتی۔ پھر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟
نیز ہمیشہ زندہ رہنے کی ترغیب بھی غور طلب ہے کہ اس وقت موت کا کوئی منظر
تھا ہی نہیں اس لئے اس کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔

(۲۲) آیت (۲۰-۲۱) میں درخت کو چکھنے سے پردہ دار بدن ظاہر

ہونے اور تپوں سے چھپانے کا ذکر ہے۔ کیا پتوں سے چھپانے کے پہلے پردہ دار جسم ظاہر نہیں تھا پوشیدہ ہی تھا۔ اس پوشیدگی اور ظاہر کا کیا مطلب ہے؟ اور وَدَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتے کی قرآنی اصطلاح کیا ہے؟

(۲۳) آیت ۱۷ میں آدم کے اعترافِ قصور و انہما رندامت کے ساتھ دعا ^{۲۳} مغفرت اور رحم و کرم کی درخواست ہے اور اس کے فوراً بعد ہی جو ط آدم کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کی دعا قبول نہیں ہوئی اور وہ نیچے اتار دیئے گئے ابلیس کی دعا تو بغیر انہما رندامت تھی جو قبول ہو گئی ^{۱۸} پس آدم کی دعا قبول ہونے اور ابلیس کی دعا قبول ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور اس میں ہماری زندگیوں کے لئے کیا سبق ہے؟

(۲۴) آیت ۱۷ میں ابلیس کو جہنم کی مزا دینے اور آیت ۱۸ میں ابلیس یا شیطان کے سوار اور پیادے چڑھانے اور مال و اولاد میں اپنا سدا جی کر لینے کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ وہ خاک نہیں ماری مخلوق ہے۔

(۲۵) آیت ۱۷ میں ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا اور آیت ۱۸ میں ہے کہ ابلیس کا قروں میں سے تھا۔ ان دونوں میں صحیح کیا ہے؟ یا دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔

(۲۶) آیت ۱۷ میں ہے کہ جنت میں آدم اور اون کی زوجہ ننگے بھوکے پیاسے نہ رہیں گے اور دھوپ میں نہ پھینگے۔ اور اس کے بعد ہی آیت ۱۸ میں ایک ایسی بادشاہی کا ذکر ہے جس میں ضعف نہیں آئے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ آیت ۱۸ میں کہا جا رہا ہے کہ دونوں ابلیس کے بھکاوٹ میں

آکر غلطی کر بیٹھے۔ اس میں یہ بات غور طلب ہے کہ جب جنت میں دوہی افراتھے تو ضعف نہ آنے والی بادشاہت کا کیا محل ہے؟

(۲۷) آیت ^{۱۱۶} میں نافرمانوں کے لئے معاشی تنگی کی زندگی اور قیامت میں اندھا اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ نافرمانی کی سزا معاشی بد حالی تو سمجھ میں آسکتی ہے مگر اس سے اندھے پن کا کیا تعلق ہے؟ اور جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا کس اعتبار سے غور طلب ہے؟ اگر کھلے دل سے غور کیا جائے تو آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے۔

۱۹ محل لغات | مذکورہ بالا سوالات کو حل کرنے کے لئے الفاظ ذیل کے لغوی اصطلاحی اور مرادی معنوں کا ذہن میں رکھنا ضروری

ہے اس لئے ہر لفظ کی علیحدہ علیحدہ وضاحت پیش ہے۔

خلیفہ - ہوٹل - طین - ناز - جن - شجر - جنت - ارمن - فرشتے
سجدہ - سو آیت - ورق - لباس - ذائقہ - قال =

۲۰ خلیفہ | یہ لفظ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے۔ ایک حضرت آدم کے لئے سورہ "بقرہ" میں اتنی جگہ "فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" اور دوسری جگہ حضرت داؤد کے لئے سورہ "ص" میں۔ "يَا دَاؤُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ" دونوں جگہ (جعل - خلیفہ - الارض) کے الفاظ

مشترک ہیں۔ یہ دونوں حضرات پیغمبر تھے اور زمین میں خلیفہ بنائے گئے تھے۔ گویا حضرت آدم و داؤد کو اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر روحانی و جسمانی ہر طرح کی حکومت و سرداری عطا کی گئی تھی۔ اسی لئے آیت میں لفظ جعل استعمال ہوا۔

جسکے معنی ہیں مقرر کرنا جو خلافت ارضی کا صحیح محل ہے۔ خلق نہیں کہا گیا اس لئے کہ خلافت ارضی کے لئے خلق کا لفظ کسی طرح موزوں نہیں ہے۔

خلیفہ کی جمع خلائف اور خلفاء ہے اور اس کے مشتقات استخلاف، الخلف اور مختلف

اور مختلف ہیں۔ لفظ خلائف چار جگہ آیات $\frac{۱۴}{۱۶۹}$ و $\frac{۱۶}{۱۶۹}$ اور $\frac{۱۶}{۱۶۹}$ میں ہے

اور لفظ خلفا تین جگہ آیات $\frac{۶۹}{۶۴}$ و $\frac{۶۹}{۶۴}$ میں آیا ہے اور ہر جگہ اس سے

مراد حکومت، بادشاہت اور قوم کی سرداری اور پہلوں کی جانشینی ہی

ہے۔ یعنی نہ صرف آدم و داؤد بلکہ دوسرے تمام باصلاحیت انسانوں کیساتھ

بھی اسی حکومت اور سرداری ہی کا ایما تھا اور اسی کا وعدہ کیا گیا ہے

نوع بشر (یعنی انسان) کی تخلیق کے بعد رفتہ رفتہ جنس اوس کی صلاحیتوں

میں اضافہ ہو گیا تھا اور اس میں کے بعض کو اپنے کمال (امر یہ روح و قی)

سے سرفراز کیا گیا۔ اور ایسے سرفراز کردہ افراد کو خلافت کے لئے منتخب

کر کے فرشتوں سے کہا گیا کہ سجدہ کرو یعنی ایسے موزوں شخص کے اطاعت گزار

بن جاؤ۔ تصریحات بالا سے واضح ہے کہ یہ کیفیت بالادستی فرد اور جماعت دونوں

سے متعلق ہے۔

والی ہبوط | اس لفظ کا صحیح مفہوم آیات $\frac{۱۱}{۱۶۸}$ و $\frac{۱۱}{۱۶۸}$ سے ذہن میں آسکتا

ہے، کہا گیا کہ اے نوح (اٰھبیط) اترو۔ ہجرت کرو۔

ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں لیکر جو تم پر نازل ہوگی $\frac{۱۱}{۱۶۸}$

(۲) حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم اعلیٰ درجہ کی چیزوں کے

عوض ادنیٰ درجہ کی چیزیں (ساگ، ککڑی، گھوڑے، سور، پیاز) لیتا جا

ہو تو کسی شہر میں جا کر اترو (اِهْبِطُوا مِصْرًا) وہاں تمہیں وہ چیزیں ملنی ہیں
طین ”گیل مٹی“ لغات القرآن (مؤلفہ پروفیسر صاحب) جلد سوم ص ۱۱۱
 میں حسب ذیل درج ہے۔

”مجازاً انسان کی جبلت اور فطرت کو بھی کہا جاتا ہے (تاج العروس)
 تخلیق انسان کی ابتدا مٹی سے ہوئی ہے حضرت عیسیٰ نے جب بنی اسرائیل
 سے کہا کہ میں تمہیں طین سے طائر بنا دوں گا ۳ تو اس سے مفہوم خاک نشینی
 کی پست حالت سے نکال کر عروج و پرواز عطا کر دینا تھا۔“ طین کا ایک
 مترادف لفظ تراب ہے۔ خلق کا لفظ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ هُوَ الَّذِي
 خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ (انعام ۲۶) هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ (مومن ۱۱)
 تراب کے معنی غریب القرآن فی لغات الفرقان (مؤلفہ ڈاکٹر ابو الفضل) کے
 صفحہ ۲۹ پر اور لغات القرآن کے صفحہ ۶، ۳ پر مٹی۔ دھول بتلائے گئے ہیں
 اور بحوالہ حضرت عباس ذَا مَتْرَجِيَّة (بلد ۱۱) کا مفہوم خاک آلودہ جتمہ
 اور مصیبت زدہ درج کیا گیا ہے۔ نیز دیگر تراجم قرآن میں بھی یہی درج
 ہے۔ مثلاً اَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَجِيَّة (بلد ۱۱) کا ترجمہ محترم اشرف علی صاحب
 تھانوی نے۔ ”یا کسی خاک نشین محتاج کو“ اور محترم محمد علی صاحب لاہوری نے
 ”مٹی سے ملے ہوئے مسکین کو“ اور محترم شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے
 ”یا فقیر خاک افتادہ کو“ اور فتح محمد خاں صاحب جالندھری نے۔ ”یا فقیر
 خاکسار کو“ کیا ہے۔ گویا لغات اور تراجم سے یہ بات صاف صاف واضح ہے
 کہ کسی غریب اور بے یار و مددگار شخص کو سمجھ بوجھ اور روحی الہی سے سرفراز

کر کے اوس کے ذریعہ قدرتِ خداوندی کا نمونہ دکھانا اور بد اعمال انسانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب دینا ہے۔ آدم و ابلیس (یعنی انسان اور شیطان) کی کشمکش موقتی نہیں بلکہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی جو ہر زمانہ میں روز روشن کی طرح نمایاں رہتی ہے۔

۲۳ نار نار کی دو قسمیں ہیں ایک قسم لغوی جیسے نگرہی کی آگ اور دوسری قسم اصطلاحی جیسے فتنہ و فساد کی آگ مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) یہ وہ جب کبھی (نار) آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اوس کو

ذکر دیتے ہیں، (مائدہ ۵)

(۲) جو لوگ اللہ کے احکام کے معاوضہ میں قلیل معاوضہ حاصل

کر رہے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نار یعنی آگ بھر رہے ہیں (بقرہ ۱۷۴)

(۳) جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ (نار)

بھر رہے ہیں۔ عنقریب جلتی آگ (نار) میں داخل ہونگے (نساء ۱۰)

(۴) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں آگ (نار) لگا جائیگی (ہود ۱۱)

(۵) سو دمت کھاؤ اوس آگ (نار) سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار

کی گئی ہے (آل عمران ۳۴)

(۶) تم لوگ آگ (نار) کے کنارے پر تھے۔ سو اللہ نے تمہاری جان بچائی

(سورہ ۱۰)

(۷) ابراہیم کی قوم نے کہا کہ ان کو یا تو قتل کر ڈالو یا جلا دو۔ سو اللہ نے

اون کو اوس آگ (نار) سے نجات دی (عنکبوت ۲۴)

(۸) ہم نے آگ کو حکم دیا اے آگ تو ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈا اور بے ضرر ہو جا۔ کافروں نے ابراہیمؑ کے ساتھ بڑی اٹی کرنے کا ارادہ کیا تو ابراہیمؑ نے اونہیں تاکام کر دیا۔ اور ابراہیمؑ اور نوحؑ کو شام کی طرف بھیج کر پچا لیا (ابن ابی عمیر) (۲۱/۹)

(۹) کافروں نے ابراہیمؑ کے ساتھ ایک پال چلنے کا یعنی آگ میں ڈال کر جلانے کا ارادہ کیا۔ ہم نے اون کو ذلیل کیا (صافات ۳۷/۶۸)۔ وہ ابراہیمؑ کہتے ہیں کہ ہمیں آگ نہیں چھو سگی سوائے چند دنوں کے۔ (یعنی کچھ دن مصیبتوں کے ہیں کسی طرح کٹ جائیں گے) آپ یوں کہتے ہیں کہ اللہ جس کو چاہے مال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ (آل عمران ۳۱/۲۲)

جن کی دو قسمیں ہیں ایک لغوی یعنی غیر مرنی مخلوق مانند فرشتگان
انسان بن
 غیر مرنی کے۔ اور دوسری قسم اصطلاحی یعنی پہاڑی اور یا بانی
 غیر متناستہ انسان۔ اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) اے محمد۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کے مانند ہرگز نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں (یہ انسانوں سے ملتے رہتے والے جن ہیں) تو اسرائیل بنے۔
 (۲) اور سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اوس کی صبح کی منزل ایک پھینے کی راہ ہوتی ہے اور شام کی منزل ایک صبح کی (پرانے قصوں میں پرانی اصطلاح اٹرن کھٹولا مشہور ہے) اور ہم نے اون کے لئے تانبہ کا چستہ جاریا

یعنی تانبہ بگھلانے کا کارخانہ قائم ہوا اور جنات میں بعض وہ تھے جو حکم رب سے
اون کے آگے کام کرتے تھے۔ اون میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے پھرتا او سے
جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے (نا فرمان جنات کو آگ کا مزہ چکھانا غوطہ
کیونکہ غیر مٹی جن کی تخلیق تو آگ ہی کی ہے۔ آتشین مخلوق کو آگ کا مزہ
چکھانا کیا معنی) وہ جنات حضرت سلیمان کے لئے (تانبے کے کارخانہ سے)
وہ چیزیں بناتے جو حضرت سلیمان کو بنوانا منظور ہوتا یعنی بڑی بڑی عمارتیں اور
لگن ایسے بڑے جیسے حوض۔ اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمع رہیں
(یہ سب کام غیر شایستہ مزدوروں ہی کے ہیں) اسے آل داؤد تم سب
شکر یہ میں نیک کام کیا کرو۔ اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہوتے ہیں۔ پھر جب
ہم نے سلیمان پر موت کا حکم صادر کر دیا تو اون کے مرنے کا پتہ (جنوں کی کسی
چیز نے نہ دیا مگر گھن کے کیرے نے جو اون کے عصا کو کھا گیا سو جب وہ گر پڑے
تو جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔ اگر وہ غیب کا حال جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت
کی مصیبت میں نہ رہتے) اس سے ظاہر ہے کہ یہ جن غیر ہندب وحشی انسان ہی
تھے) (سیا ۳۲)

(۱۳) ہم نے ہر ایک بنی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو
دشمن بنایا ہے وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں وحی ڈالتے رہتے ہیں۔
یعنی شہری و وحشی لوگوں میں رشتہ برائے نفس لوگ پیپروں کو نقصان پہنچانے کے لئے
کانا چوسا کرتے رہتے ہیں (۶)

وَجَعَلُوا بَيْنَهُمْ بَيْنَ الْجَنَّةِ نَبَاطًا وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْإِحْتِنَاءَ إِسْمٰہِمْ

مختصر قرآن (صافات ۳۷)

۱۵۸

ترجمہ و تفسیر از محترم مودودی صاحب (ترجمہ) انہوں نے لیجے کافروں اور
مشرکوں نے اللہ اور ملائکہ کے درمیان نسب کا رشتہ بنا رکھا ہے حالانکہ ملائکہ
خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں (تفسیر)۔ اہل میں
ملائکہ کی بجائے الْجَنَّةُ کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن بعض اکابر مفسرین کا خیال ہے کہ
یہاں جن کا لفظ اپنے لغوی مفہوم (پوشیدہ) مخلوق کے لحاظ سے ملائکہ کے لئے
استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ ملائکہ بھی اصلاً ایک پوشیدہ مخلوق ہے اور
بعد کا مضمون اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں الْجَنَّةُ کے لفظ کو ملائکہ کے
معنی میں لیا جائے (تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۱۵۸)

جناب اشرف علی صاحب تھانوی نے الْجَنَّةُ کا ترجمہ توجنات کیا ہے مگر

حاشیہ اس طرح ہے۔ "یعنی ان میں جو ملائکہ ہیں اون کا یہ مقولہ ہے کہ ہم توبندہ محض
چنانچہ جو خدمت ہم کو سپرد ہے اوس کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں اپنی رائے سے
کچھ نہیں کر سکتے (القرآن الحکیم ص ۱۵۸) مولوی حضرات کی ان نشریات سے
صاف ظاہر ہے کہ ملائکہ اور جن کو ایک ہی غیر مرئی نوع کی حیثیت سے استعمال
کیا گیا ہے۔ قرآنی الفاظ کا بین السطور مفہوم بہت اہم اور مفید زندگی ہوتا ہے۔
اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ع۔ چوں ندیدند حقیقت رہ انسانہ زدند۔
دانا پاک بات کی مثال ناپاک درخت کے مانند ہے کہ زمین

۱۵۸ شجر

کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اوس کو کچھ ثبات نہ ہو

مثل کلمۃ خبیثۃ کسبۃ خبیثۃ (ابراہیم ۱۴)

(۲) قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار بنوں گے جب تک کہ اون کے آپس میں جو جھگڑا ہو (فَبِمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ نہ کروالیں اور تسلیم نہ کریں۔ (نساء ۶۵)

(۳) جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے اور ہم نے اس رو یا رکھو آپ کو دکھایا صرف لوگوں کے لئے فتنہ بنایا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم انہیں خوف دلاتے ہیں تو اس سے ان کی خطرناک سرکشی اور برہمگئی ہے (بنی اسرائیل ۶۱)

لفظ جنت کا استعمال علاوہ آخرت کے دنیاوی باغات اور حکومت

جنت کے لئے بھی ہوا ہے اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) پھر ہم نے اون فرعونوں کو (جنت و عیون) باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانہ و عزت والے مقام سے بھی۔ اور اون چیزوں کا وارث موسیٰ

کے ساتھ بنی اسرائیل کو کر دیا (۲۶ تا ۵۷ و ۲۲ تا ۲۸)

(۲) حضرت ہود نے قوم عاد سے کہا، اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری مرد چار پالوں

سے اور اولاد سے اور (جنت و عیون) باغوں اور چشموں سے کی ہے۔ میں

تمہیں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں (شعرا ۲۶ تا ۱۳۱)

(۳) حضرت صالح نے قوم ثمود سے کہا، اللہ سے ڈرو کیا تم ان (جنت و عیون)

باغوں اور چشموں میں کھیتوں اور بھجوروں میں امن میں چھوڑ دیئے جاؤ گے (شعرا ۲۶ تا ۱۳۸)

(۴) زمین میں پائس قطعے اور (جنت اعناب) انگوروں کے باغ اور کھیتی اور

کھجوریں ہیں اس میں عقل سے کام لینے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں (سعد ۳۱)

تاکہ ان باغوں سے پھل کھائیں (یسین ۲۶) (۳۳ تا ۳۶)

(۵) ہم نے بادل سے برکت والی پانی اتارا۔ اوس کے ساتھ (جنت) باغ اگائے اور کھیتی جو کاٹی جاتی ہے اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھاتہ بہت ہے (ق ۵) و مومنون ۲۳

و بنا ۴۸ (۱۶ تا ۱۴) و انعام ۶ (۱۰۰)

(۶) جب تک زمین و آسمان قائم ہیں نیکوکار جنت میں اور گنہگار جہنم (دوزخ) میں رہیں گے۔ اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ (ہود ۱۱) (۱۰۶ تا ۱۰۸)

(۱) ارض کے معنی زمین ہے جو مٹی سے بنی ہوئی ہے۔ اللہ نے بشر کی تخلیق مٹی سے کی اور آدم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ آدم کو

۲۱ ارض

آسمان پر بنا کر آسمانی جنت میں رکھنا اور بعد میں وہاں سے دنیا میں پھینک دینا قرآن میں کسی جگہ مذکور نہیں ہے یہ صرف قیاسی روایات ہیں جو معتبر نہیں۔

(۲) ارض ہر وہ چیز جو نیچے ہو۔ زمین چونکہ پاؤں کے نیچے رہتی ہے اس لئے

ارض کہلاتی ہے (تاج العروس) اراضۃ کے معنی ہیں کسی کا منکسر المزاج میطع یا فرمانبردار ہو جانا (لین)۔ ارض کے معنی ہیں۔ خلیق آدمی یا نرم اور عمدہ

زمین اس میں خیر کا پہلو غالب ہوتا ہے (ابن فارس) قرآن میں جبال کے ساتھ

ارض کا لفظ آیا ہے مثلاً جس دور میں ہم جبال کو اون کی جگہ سے ہلا کر الگ

کر دیں گے اور ارض ابھر کر سامنے آجائے گی (کہف ۱۸)۔ ان مقامات میں جبال

کے مجازی معنی ہونگے قوم کے اکابر۔ اور ارض کے مجازی معنی ہونگے چھوٹے طبقے کے لوگ

نیز ارض و سموات کے معنی کائنات کی پستیاں اور بلندیاں ہونگے

(لغات القرآن جلد اول صفحہ ۲۲)

۲۸ فرشتے | غریب القرآن مولفہ ڈاکٹر ابوالفضل صدیق ۳۵۸ میں ملائکہ

کی تین قسمیں لکھی گئی ہیں۔

(۱) وہ قوی جو خدا نے اپنی تمام مخلوقات مختلف قسم کے پیدا کر رکھے ہیں مثلاً پہاڑوں کی صلابت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب و دفع غرضکہ تمام قوی جن سے مخلوقات عالم موجود ہیں۔

(۲) فرشتے جیسا زماہ جاہلیت میں یہود و نصاریٰ اور عرب مانتے

تھے۔ سورہ انعام آیات (۸۶، ۸۷) میں اس طرح درج ہے۔

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اون کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟

اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ پھر اون کو ذرا اہمیت نہ دیتا۔ اگر ہم اوس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اوس کو آدمی ہی بنا دیتے اور ہمارے

اس فعل سے پھر اون پر وہی اشکال ہوتا جو اشکال اب کر رہے ہیں۔

(۳) انسانی نقائص سے پاک اور اعلیٰ تقدس کا انسان جیسے :-

عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ

لئے اور کہتے گئیں **حاشا لِلّٰہِ اِدمی ہرگز نہیں یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔**

(یوسف ۱۲)

اور وہ (یعنی سحر) شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نہیں

اتار گیا (بقرہ ۲۰۱)

لغات القرآن مرتبہ پرویز صاحب جلد اول ص ۱۲۱ میں اس طرح درج ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ لفظ ملائکہ کا مادہ ا ل ک ت ہے جسکے معنی پیغام رسان کے ہیں۔

(جو الہ ابن فارس) قرآن میں ہے کہ اللہ ملائکہ میں سے اور انسانوں میں سے

پیغام رساں جن لیتا ہے (ج ۲۲/۴۵)

دو ٹرے محققین کا قول ہے کہ اس کا مادہ مَلَکٌ ہے جس کے معنی قوت کے

ہیں راغب نے کہا کہ فرشتوں میں سے جن کے سپرد انتظامات کئے جاتے ہیں اور ان

کو مَلَکٌ کہتے ہیں اور انسانوں میں سے جو تدبیر امور کرتے ہیں انہیں مَلَکٌ

کہا جاتا ہے (تاج العروس)

تفسیر المنار میں ہے کہ "کائنات کی ہر شے کے اندر ایک قوت ایسی

ہے جس سے اس شے کا قوام و نظام قائم ہے۔ جو لوگ وحی پر ایمان نہیں

رکھتے وہ انہیں طبیعی قوتیں کہتے ہیں اور شریعت کی زبان میں انہیں ملائکہ

کہا جاتا ہے۔ دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔"

قرآن میں ملائکہ "مَدَبِرَاتِ آهْرَآ (تازبات ۴۹) اور مَقْسِمَاتِ

آهْرَآ (ذاریات ۱۵) کہا گیا ہے۔ تدبیر امور اور تقسیم امور کرنے والی قوتیں

جماعتیں۔ ان ملکوتی قوتوں کو جنہیں ملائکہ کہا گیا ہے ارادہ و اختیارات نہیں

دیا گیا۔ یہ قوتیں قاذن خداوندی کے مطابق بلا چون و چرا سرگرم عمل رہتی ہیں

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (نحل ۱۱) انسان کو ارادہ و اختیار کے ساتھ

اشیاء کائنات کے صفات کا علم بھی دیا گیا ہے عَلَّمَهُ اَدَمًا لَّسْمًا

كَلِمًا (بقرہ ۲) اس لحاظ سے یہ غیر اختیاری قوتیں انسان کے تابع تسخیر

آسکتی ہیں۔ ملائکہ کے سجدہ آدم سے پہلے ہی مفہوم ہے۔

ملائکہ یعنی غیر مرنی قوتیں انسان کی داخلی دنیا (نفسیاتی زندگی) پر بھی

انرا اندازہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے ایمان پر جم کر
 کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم
 کسی قسم کا غم اور اندیشہ نہ کرو (خم سجدہ ۱۱۱) یہی وہ ملائکہ تھے جو بدر و حنین
 کے میدان میں مجاہدین کے لئے تسکین خاطر اور تثبیت قلب کا موجب بنے
 تھے (انفال ۲ و توبہ ۹) اس نزولِ ملائکہ سے مراد نفسیاتی تغیر ہے۔
 عقل انسانی کا دائرہ خصوصیات تک محدود ہے۔ انبیاء کرام پر وحی لانے
 والے ملائکہ کے متعلق ہم کچھ نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وحی کی حقیقت و ماہیت ہمارے
 حیطہ ادراک سے باہر کی چیز ہے۔ ہم اس پر ایمان لانے کے مکلف اور عمل
 کرنے پر مامور ہیں۔

مقامِ آدم یہ ہے کہ کائنات کی تمام قوتیں (جنہیں ملائکہ کہا گیا ہے)
 اس کے سامنے سجدہ ریز ہوں۔ جس قوم کے سامنے کائناتی قوتیں نہیں جھکتیں
 وہ قوم (قرآن کی رو سے) صف آدمیت میں شمار ہونے کے قابل بھی نہیں۔
 اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک غیر مرنی
 قوتیں جو فروغ امور انسان کے لئے مستخر کر دی گئی ہیں جن سے نافرمانی نہیں ہو سکتی۔
 اور دوسری قسم فرشتہ صفت نیکو کار انسان جن میں تسبیح و تہلیل کے فطری
 اعلیٰ صفات ہونے کے باوجود مادہ حسد بھی ہوتا ہے جو کسی کی خلافت و سرداری
 کے وقت سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

۲۹ سجده | السجود کے معنی ہیں سر کو جھکا دینا۔ لفظ سجده
 حقیقی معنی کے علاوہ عجازی معنوں

(اطاعت و فرماں پذیری) میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا یا حکومت کے قانون سے سرکشی اختیار کی۔ قرآن میں ہے کہ — ”زمین و آسمان میں جو جاندار اور ملائکہ ہیں سب خدا کے سامنے سر بسجود ہیں اور وہ سرکشی اختیار نہیں کرتے“ — سرکشی نہ کرنا ہی سجدہ گزارا ہے۔ سجدہ اطاعت اور عبادت ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی کام ہو جب وہ قوانین خداوندی کے مطابق ہو عبادت الہی ہے (لغات القرآن پر وزیر صاحب جلد دوم ص ۸۴۴) جناب مودودی صاحب نے سورہ یوسف^{۱۲} کی آیت نمبر (۱۰۰) کے تحت حسب ذیل نوٹ لکھا ہے۔

”سجدے کے اصل معنی محض جھکنے کے ہیں۔ یہاں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ قدیم ہندیب میں یہ عام طریقہ تھا اور آج بھی بعض ملکوں میں اس کا رواج ہے، کہ کسی کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے یا کسی کا استعمال کرنے کے لئے یا محض سلام کرنے کے لئے سینے پر ہاتھ رکھ کر کسی حد تک آگے کی طرف جھکتے تھے۔ اسی جھکاؤ کے لئے عربی میں سجود اور انگریزی میں (bow) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ بائبل میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ بائبل میں ذکر آتا ہے کہ بابل کی اسیری کے زمانہ میں جب اشویرس بادشاہ نے ہامان کو اپنا امیرالامرا بنایا اور حکم دیا کہ سب لوگ اس کو سجدہ تعظیمی بجالایا کریں تو مردکی نے جوہنی اسرائیل کے اولیاد میں سے تھے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا (استر ۱: ۱۰-۱۱) تلمود میں اسی واقعہ کی شرح

کرتے ہوئے اس کی جو تفصیل دی گئی ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے :-

”بادشاہ کے ملازمین نے کہا۔ آخر تو کیوں ہامان کو سجدہ کرنے سے انکار کرتا ہے ہم بھی آدمی ہیں مگر شاہی حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اوس نے جواب دیا تم لوگ نادان ہو کیا ایک فانی انسان جو کل خاک میں مل جائیو والا ہے اس قابل ہو سکتا ہے کہ اوس کی بڑائی مانی جائے؟ کیا میں اوس کو سجدہ کروں جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کل بچہ تھا آج جوان ہے۔ کل بوز ہو گا۔ اور پر سوں مر جائیگا؟ نہیں میں تو اوس ازلی ابدی خدا ہی کے آگے جھکو نگا جو حی و قیوم ہے۔۔۔۔۔ وہ جو کائنات کا خالق و حاکم ہے۔

میں تو بس اوس کی تعظیم بجالاؤں گا اور کسی کی نہیں“ (تفہیم القرآن دوم ص ۳۱۳)

وَالسَّوَاتِرُ | **السَّوَاتِرُ** آیت کے معنی لغات القرآن جلد دوم ص ۹۱۴ میں اس طرح لکھے ہیں :-

بڑی فصاحت، معیوب بات یا کام، ہر وہ قول و فعل جس کے ظاہر ہونے پر شرم محسوس ہو بنا دہریں مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع سَوَاتِرُ ہے۔

(اعراف ۲۰ تا ۲۶)

وَالسَّوَاتِرُ | لغات القرآن کے ص ۲۰۳ پر ورق کے معنی لکھے گئے ہیں۔ ایک درخت کے پتے۔ دوسرے چاندی

کے سیکے دراہم۔ قرآن کریم میں اس کے دونوں استعمال موجود ہیں۔ (۱) وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا نَعْلَمُهَا۔ کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ اوس کو جانتا ہے درنعام ۱/۶، (۲) فَاذْعَبُوا الْحَدَّ كُمْ بَوَّشِرًا قَلْبًا هَذِهِ إِلَى

الْمَدِينَةِ - اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دیکر شہر کی طرف بھیجو
(کشف ۱۸)

لَيْسَ يَلْبَسُ کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے خلط
کرونیے اور شقیہ بنا دینے کا مفہوم آگیا۔ وَلَا تَلْبَسُوا

الْحَنَبَاءِ الْبَاطِلِ۔ حق و باطل کو خلط خلط مت کرو۔ بقدرہ ۲۲، اس کے علاوہ
اور طریقوں پر بھی اس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (ر) فَأَذَاتُهَا اللَّهُ لِبَاسِ
الْجُوعِ وَالْخَوْفِ۔ پس اللہ نے اون کو (اون کی حرکات کے سبب) قحط اور

خوف کا مزہ چکھایا (نحل ۱۶)

(۲) جَعَلَ لَكُمْ لَيْلِيَ لِبَاسًا۔ تمہارے لئے رات کو لباس

بنایا (فرقان ۲۵)

(۳) سورہ اعراف میں ہے کہ معمولی لباس کے مقابلے میں تقویٰ کا لباس خیر و برکت

کا ہے (۲۶)

چکھنا یعنی کسی چیز کا تجربہ ہو جانا۔ فَلَمَّا ذَاقَ الشَّجَرَةَ

(اعراف ۲۶)

ذَاقَ

ترجمہ۔ جب انہیں شجرہ کا تجربہ ہو گیا (لغات القرآن جلد دوم ص ۱۷)

حَتَّىٰ ذَاقُوا آثَامًا۔ یہاں تک کہ انہوں نے عذاب کا مزہ چکھا (۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱)

قال کا مفہوم غریبہ القرآن فی لغات الفرقان کے صفحہ (۳۱۰)

قَالَ

پر حسب ذیل درج ہے۔

(۱) زبان سے کہنا۔ (۲) دل میں خیال کرنا جیسے وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ

(۳) دل میں قائل ہونا۔ دل سے سچ جانا جیسے قَالَ اِذْ بَنَا اللّٰهُ شَمًّا
اِسْتَقَامُوْا ۝۱۳۱۔

(۴) زبان حال سے کہنا جیسے فَقَالَ لَهَا وَالْاَسْرُ مِنْ اِحْتِيَاطٍ مَا اُوْ
كُرْهَا قَالَتْ اَتَيْنَ لَمَّا لِعَيْنِ ۝۱۳۲ قُلْنَا يَا قَارِ كُوْفِي بَرْدًا وَّسَلَامًا
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ (ابینہا ۱۳۱) قُلْنَا يَا اَقْرَبِنِيْنِ (کہف ۱۸)
لغات القرآن جلد سوم کے صفحہ ۱۳۹ پر دل میں خیال کرنے اور دل کی پکار کے نام
قرآنی دو حوالے دیئے گئے ہیں (۵۸ و ۴۳)۔

قصہ آدم میں استعمال کئے ہوئے تمام الفاظ کے معانی و مطالب فقرات
(۲۰ تا ۳۴) میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اب ہمارا کام ہے کہ جماعتی زندگی کو سنوارنے
اور اپنے حالات کو خوشحال بنانے کے لئے اوں معانی و مطالب کو منطبق کریں جس
سے قصہ مذکور محض ایک ماصحی کی غیر مفید کہانی بن کر رہ جائے۔ بلکہ ہمارے
ارادوں اور غرائم میں ترقی پذیر نخبگی آئے اور ہمت و جرأت کے ساتھ دن
بدن ترقی کے مناوہل طے کئے جائیں۔

جناب مخدوم جعفر شاہ صاحب ندوی رکن ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
نے جو متعدد معیاری کتابوں کے مصنف ہیں۔ میرے ایک استفسار کے جواب
میں کہ ”ابلیس کیا تھا“۔ رسالہ ثقافت جنوری ۱۹۵۷ء میں قصہ آدم و طلائف
ابلیس سے متعلق ایک نہایت دلچسپ و پرمغز جواب شائع کیا ہے جس سے اس
قصہ کے مفہوم پر کافی مفید روشنی پڑتی ہے لہذا اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔
ابلیس۔ شیطان جن۔ ناری خلقت رکھنے کی وجہ سے ایک ہی چیز میں

ہم جہاں تک پہنچ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک آتشیں مادہ ہے جو انسان کے اندر
 اسی طرح موجود ہے جس طرح ملکیت موجود ہے۔ انسان میں غلبہ شر ہو تو وہ بن
 یا شیطان ہوتا ہے۔ جیسے وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شِيَاطِينِهِمْ ۗ۱۱۲ اور شِاطِينُ
 ۱۱۲ ۗ۱۱۳ وغیرہ۔ آیات میں ارشاد ہوا ہے۔ اور اگر اس میں غلبہ خیر ہو تو
 اسے ملک بھی کہہ دیا جاتا ہے جیسے حضرت یوسف کو کہا گیا ہے کہ :-

إِن هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (یوسف ۱۱۱)

قصہ آدم و ابلیس و ملائکہ کوئی ڈرامہ نہیں تھا جو خدا کے آگے کھیلا
 گیا ہو بلکہ یہ بشریت، ملکیت اور ابلیسیت کی حقیقتوں، صلاحیتوں اور
 فطرتوں کی بزبان حال ایک حسین داستان ہے۔ ہم یہ قصہ پڑھتے ہیں کہ دیوار نے
 کھونٹی سے پوچھا کہ تو مجھ میں سوراخ کیوں کرتی ہے۔ کھونٹی نے جواب دیا کہ
 یہ سوال اس سے کر جو مجھے ٹھونک رہا ہے۔ رومی و عطار نے اسی طرح کے
 بے شمار قصے لکھے ہیں۔ ان کا مقصد ایک حقیقت کو ڈرامائی انداز سے
 بیان کرنا ہوتا ہے قرآن بھی بشری، ملکی اور جنی فطرتوں کی ایسی مثالوں
 سے خالی نہیں۔ آیت حم سجدہ ۱۱۱ میں ارشاد ہے: وَإِذْ كَرِهَ اللَّهُ لِيَأْمُرَ
 وَزَيْنَ ۖ يَسْأَلُكَ طَوْعًا يَأْكُرُ طَوْعًا حَاضِرِينَ۔
 اسی طرح آیت راق ۱۱۵ میں ہے کہ ہم "جہنم سے کہیں گے کہ تو بھر گئی تو وہ کہے گی کہ کچھ
 اور چاہیے۔" ان جیسی مثالوں میں قال لہا جو مفہوم ہے وہی قصہ آدم و ابلیس میں بھی
 ہے یعنی سب کچھ زبان حال سے ایک حقیقت کی ترجمانی ہے۔ دنیا ہمیشہ اس
 واقعے کو ہبوط آدم کا قصہ سمجھتی رہی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن نے اسے عروج

آدم کی داستان بنا کر پیش کیا ہے اور یہ عروج اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب ملکیت کی طرح شیطنیت کو بھی سجدہ دینا کر لیا جائے۔“

۵۱ اسرائیلی حکایات و موضوع روایا | قصہ آدم کے مختلف اجزاء جو متعدد مقامات پر موقی

حالات کے تحت بقدر ضرورت بیان کئے گئے ہیں اور نہیں ایک ساتھ نہ پڑھ سکے اور اصطلاحات قرآنی کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے اسرائیلی حکایات اور مفاد پست لوگوں کی موضوع روایات کا چلن ہو گیا۔ غیر مجاہد مترجمین مفسرین کو اوس کی حقیقی غرض و غایت پر غور کرنے کا موقع نہ تھا۔ وقت اور حالات بدل جانے کے بعد ایک مرتبہ تن آسانی کو ہوا دیکر گوشہ نشین بنانے والی جو روایات گوش زد ہوئیں وہی رواج پا گئیں۔ اور تفاسیر کا حال یا لعموم یہ ہے کہ ایک مرتبہ جو چیز لکھی گئی بار بار اوس کی کاپی ہونے لگی تاکہ عوام کی مانگ پوری ہوتی رہے۔ چونکہ عوام میں اسلاف کی بڑائی اور بزرگی کا قدیم جاہلانہ تصور مسلط رہتا ہے اس لئے بعد والوں کو مزید غور و فکر کے اظہار کی ہمت کم ہوتی ہے۔ (اگر کبھی کسی نے ہمت بھی کی تو اوس کی شدید مخالفت نے پھر کسی کو ہمت کرنے کی اجازت نہیں دی) اس طرح تحقیقی تفکر عوام الناس کی آسانی تقلید میں منجم ہو گیا۔ اس کے بعد ترقی یافتہ عقل انسانی کے سوالات کا صرف ایک ہی جواب رہ گیا کہ ”کہنے والا فلاں عقیدہ کا ہے۔“ اب کوئی نہ سوال کو سمجھے نہ جواب کو۔ اس طرح بیکر کے فقیر بنے رہنا بھی ایک صحیح عقیدہ بن گیا۔ اور نتیجہ خیز غور و فکر بد عقیدگی میں داخل کیا گیا۔ جو دین اپنے ساتھ مجاہد

اسپرٹ لایا تھا وہ راہیہ تصورات اور تن آسمان کہ سم وروج کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اوس کے عبرت آموز حکایات جو اخبار کے لئے وجہ کشش تھے اب تبدیلی تصورات کی وجہ سے اپنوں کو بھی بیگانہ بنا رہے ہیں۔ یعنی توحید پرستوں میں روز افزوں اضافہ کی بجائے دن بدن کمی ہو رہی ہے۔ ابھی وقت پوری طرح ہاتھ سے گیا نہیں ہے۔ اب بھی اہل غور و فکر کمر ہمت باندھ کر اٹھیں تو بڑے عملی کے ظلمات کو باعملی کے نور سے روشن کر سکتے اور رکھو یا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت آدم کے متعلق مندرجہ ذیل قدیم و جدید روایات و خیالات سے معلوم کیجئے کہ اس میں کس درجہ اختلاف ہے اور یہ انسانیت کے لئے کس حد تک مفید ہو سکتے ہیں :-

(۱) عام مترجمین و مفسرین کا مسلمہ قدیم خیال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں جو دنیا میں پیدا کئے گئے اور وہی سلسلہ نبوت کے پہلے نبی بھی ہیں یعنی پہلے انسان اور پہلے پیغمبر۔ ان کی پیدائش مٹی کا تپلا بنا کر اوس میں جان پھونک دینے سے ہوئی۔ اور اون کی تسکین کے لئے اون کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا اور دونوں کو آسمانی جنت میں رکھا گیا تھا جہاں اون سے کچھ ایسی لغزش ہوئی کہ اون کے پردہ دار بدن کھل گئے جن کو جنت کے پتوں سے چھپایا گیا۔ پھر اونہیں آسمان سے زمین پر اتارا گیا۔ یہاں اون کی اولاد نسل در نسل بڑھتی گئی اور آج کی ساری آبادی اپنی دو انسانوں آدم و حوا کی نسل سے ہے۔ آدم کو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے

برکشی کی اور آدم و نوا کو بہکا کر گنہگار ٹھہرایا۔ اور حبت سے نکلوا دیا اور اس برکشی شیطان نے اللہ سے قیامت تک زندہ رہنے اور نسل آدم کو بہکانے رہنے کی مہلت مانگ لی چنانچہ آج انسانوں میں ساری خرابیاں اسی کی بدولت ہیں۔

(۲) جبید تعلیم یافتہ حضرات جو قرآن مجید کے حیات بخش سندر میں غور لگاتا اور اوس میں سے نئے نئے چمکے اور موتی نکالنا ضروری خیال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آدم و ابلیس کا قصہ نوع بشر کی پیدائش کے وقت اللہ کے سامنے کھیلا ہوا کائی ڈرامہ نہیں ہے بلکہ وہ صرف ایک لطیف پیرائے بیان ہے جو اثر فاعل مخلوقات نوع بشر کے اندر وئی جذبات برکشی کو روکنے اور صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے ظاہر فرمایا گیا ہے۔ نیز ایک پیرائے بیان الزامی جواب کا بھی ہوتا ہے کہ فریق کے مسلمات کو ظاہر کر کے نصیحت کی جائے۔ جسکو دیگر مقامات کی تفصیل سے سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ انسان کے ساتھ ابلیس یا شیطان یا نفس امارہ کا وجود انسان کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں۔ بلکہ انسانی عزم و ارادے کو قوت پہنچا کر مدارج اعلیٰ پر فائز کرنے اور کائنات ارضی کو روز افزوں فروغ دینے کے لئے ہے۔ کیا خوب شعر ہے۔

نفس امارہ سے اللہ بچائے جھکو بچو اس سے بڑھ کر تو کوئی دوسرا شیطان نہیں پہلا تصور محض ایک ماحضی کی کہانی ہے جس سے حال و مستقبل کے لئے کوئی اچھا سبق نہیں ملتا۔ اور دوسرا تصور ذرا بلند ہے کہ اوس سے انفرادی طور پر

برائیوں سے بچنے کی ترغیب تو ملتی ہے مگر منشاء خلافت ارضی اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا پتہ نہیں چلتا۔

وَالسَّلَامُ كَالنَّصَبِ الْعَيْنِ | اسلام کا نصب العین تَخْلُقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ
کے مفہوم میں عامتہ الناس کی نفع رسانی

گاہے اور اس کا طریقہ کار جزء جزء اجتماعی ہے۔

انفرادی مفادات کو اجتماعی مفاد کے تابع رکھنے والی شیرازہ

بندی کا نام خلافت ہے۔ اور یہ مفاد عام کے لئے ناگدیر ہے۔ قصہ آدم اسی بلند اصول کا شاہجہاں ہے اس کے تجزیہ سے ظاہر ہے کہ یہ قصہ پیدائش نوع بشر کی کہانی نہیں ہے اور حضرت آدم۔

نوع انسانی کے مورث نہ تھے۔

یعنی پہلے انسان نہیں تھے بلکہ حضرت آدم سے پہلے دنیا میں بہت سے انسان موجود تھے جن میں بعض امن پسند فرشتہ صفت تیسرے وقت پس کرتے رہتے تھے اور بعض شر پسند شیطان صفت اپنے ذائقہ اقراض کی تکمیل کے لئے لڑتے جھگڑتے، فساد مچاتے اور خونریزی کرتے رہتے جب افراد قوم پر کوئی مضبوط کنٹرول نہ ہو تو شر پسندوں کے جانب سے اس قسم کی افراد تقریاً لوٹ دکھوٹا، قزاقی و رہزنی، قتل و غارتگری جاری رہتی ہے جس سے امن پسندوں کا سکون بھی پارہ پارہ ہو جاتا ہے، یہ نیک نفس لوگ ان سکون سوز حرکات سے دل برداشتہ تو رہتے ہیں مگر شر پسندوں کے مظالم کو روکنے کی طاقت ہونے

سے اپنی بے حیئی کے دن کسی مردِ مجاہد کے انتظار میں گزار دیتے ہیں۔ جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی مرضی کے مطابق ظلم و زیادتی کو مٹانے کے لئے کمر ہمت باندھ کر امن و سلامتی کی تبلیغ و تنظیم شروع کر دیتا ہے تو شر پسند افراد اپنے اغراض نفسانی کی موت کو سامنے دیکھ کر اس بندہ حق کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ حق و باطل کی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ اوس وقت قدرت کی جانب سے فطرتِ سلیمہ رکھنے والے امن پسند فرشتہ صفت انسانوں کو عیب سے قلبی تلقین ہوتی ہے کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے تمہارے مستقبل کے امن و سلامتی کا ضامن ہے۔ پس اوس شخص کی اطاعت کرو۔ اوس کے مشن کو کامیاب بنانے میں جان و مال سے تعاون کرو۔ اس غیبی آواز پر سمجھدار لوگ یکے بعد دیگرے ساتھی بنتے چلے جاتے ہیں۔ اور شیطان صفت، شر پسند افراد جو انہماکِ نفس انسانوں میں منافقانہ طور پر چلے رہ کر لوٹ کھسوٹ کے عادی بن گئے ہوں اور اوس کو ترک کرنے میں اپنے ناجائز مفادات کا خسارہ سمجھتے ہوں۔ چراغِ پا ہو کر مخالفت و عداوت شروع کر دیتے ہیں۔ انہیں مہلت دیکر جاتی ہے کہ جب تک چاہو امکانی شرائطیں کر کے دیکھ لو۔ اللہ والوں پر تمہارا بس تمہیں چلیگا۔ اون کی اطاعت گزارانہ خدمات کے عوض اونہیں خلافتِ امامت، بادشاہت اور حکومت سے سرفراز نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ کچھ عرصے کے امتحانات کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ شیطان اور اوس کے چیلے پانٹے جہنم واصل ہو جاتے ہیں۔ اور مدت طویل تک یعنی جب تک خدا چاہے اوسی میں رہتے ہیں (ہود ۱۱/۱۰۶) اور نبی اور اون کے ساتھی خلافت سے سرفراز ہو کر جنات و عیون

یعنی باغات اور نہروں کے مالک ہو جاتے اور اس سے زندگی بھر بلکہ نسل در نسل استفادہ کرتے ہیں۔ اون کے عیش و آرام کی مدت بھی بہت طویل ہوتی ہے یعنی جب تک خدا چاہے۔ جب تک خدا کی مرضی ہو اوس میں رہتے ہیں (ہود $\frac{11}{68}$) دونوں کے حق میں خدا کی مرضی ان کے تبدیلی حالات کے مطابق کار فرما ہوتی ہے (رعد $\frac{13}{11}$ و انفال $\frac{8}{33}$) یہ قانون خداوندی ازلی وابدی ہے۔ اور ہر زمانہ میں نمایاں رہتا ہے۔ گویا خدا کی کتاب میں ہر انسان کے لئے ہر وقت کھلی رہتی ہے۔ اور اللہ کے ہر کلام کی ہر آیت اسی کتاب میں کا جزو ہوتی ہے۔ سمجھا رہے لوگ اس سے استفادہ کر کے زندگی بنالیتے ہیں اور ناسمجھ لوگ استفادہ نہ کر کے زندگی تباہ کر لیتے ہیں۔

حضرت آدمؑ تاریخی دور انسانی کے پہلے پیغمبر پہلے بادشاہ پہلے حاکم، پہلے خلیفہ اور پہلے حج ہیں۔ فرشتوں یعنی فرشتہ صفت لوگوں کی اطاعت پذیری کے باوجود ابلیس لعین یعنی اون کی ہم عصر مغرور و متکبر شخصیت نے ہر آدم و مخالفت کی۔ جس کو خدا نے مردود قرار دیا۔ اور حضرت آدمؑ و حوا کو جنت ارضی میں رکھ کر کہا گیا کہ جہاں سے جی چاہے کھاؤ پیو۔ آرام سے رہو مگر یاد رکھو اس آسائش میں ابلیس کی طرح تکبر و نافرمانی نہ کرنا۔ اس تاکید کے باوجود حضرت آدمؑ و حوا ابلیس کے دھوکے میں آ گئے۔ اور اونہوں نے مشاء الہی کے خلاف کوئی عمل کیا جس سے ایسی باتیں نمایاں ہوئیں جن کے ظاہر ہونے میں وہ مذامست محسوس کرتے تھے اور جن کو روپیہ خرچ کر کے پردہ پوشی کرنا پڑا۔ اور اللہ سے معذرت خواہی پر قہور تو معاف ہو گیا مگر اون کو منصب خلافت سے ہاتھ دھونا

اور مقامِ راحت و سکون سے ہجرت کرنی پڑی۔ پھر بھی انہیں فہمائش کی گئی کہ ہماری ہدایات پر عمل کرتے رہنا۔ یہ قصہ صرف ایک پُرانی کہانی ہی نہیں بلکہ قیامت تک ہر زمانہ کے مصلح و قائد کی خلافت قائم ہونے کے سلسلہ میں سبق آموز ہے کہ جب کسی کو منصبِ خلافت سرفراز ہو تو اس کو سنبھال رکھنا ملحوظ رہے اور ہدایاتِ الہی کی پابندی کرتا رہے۔

وجہ نزولِ قصہ آدم

از روئے قرآن رسول اکرم صلعم کے بعثت کی واحد عرض یہی تھی کہ دین حق کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کیا جائے۔ ۶۱

جب حضور اکرم صلعم کے خلافت کی شیرازہ بندی مکی زندگی میں شروع ہوئی اور سارے فرشتہ صفت انسان مبطع ہونے لگے تو ابو جہل ابلیس کا پارٹ ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور انقلاب کے وقت معلوم، وقت مقررہ، وقت بعثت قوم اور وقت قیامت صغریٰ تک برابر نکتہ رکاوٹ بنا رہا۔ اللہ کے ارادے کی تکمیل کے ایسا پیدا ہونے مقام سکونت سے ہجرت کا اشارہ پا کر ترک وطن کرنا اور ارضِ مدینہ میں ہبوط کرنا پڑا۔ یہاں قدرتِ خداوندی کو اپنا مظاہرہ کرنا تھا یعنی ہر فی زندگی کا دور شروع ہوا تو خلافت قائم کرنے والے عزائم محمدی کو اطمینانِ قلب کے ساتھ جدوجہد جاری رکھتے کے لئے خلافت کی پیشگوئی کے طور پر قصہ آدم کا نزول ہوا تاکہ **مَنْ شَرَّ سُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ** کی کارکردگی کے ہر مرحلہ پر سکون حاصل رہے کہ قیامِ خلافت کے وقت اسما قسم کی مشکلات درپیش رہتی ہیں جن کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ضروری اور وہی نصرتِ الہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

اور بالآخر اہل باطل کو شکست اور اہل حق کو غلبہ یقینی ہے **إِلَّا أَنْ جِزِبَ اللَّهُ**
هُمُ الْقُلُوبَ (صافات ۳۷)

مکی دور کے خواب کی تعبیر کہ ”ہجرت کے بعد قدرت الہی کی کوشش سازیاں دکھائی جائیں گی“۔ مدنی دور میں قصہ آدم کی تسکین بخش وضاحت کے بعد اسلامی جماعت کی جانب ازادہ جدوجہد کی قبولیت سے پورے پوری مادی دنیا یعنی حضور اکرم صلعم کی بے نظیر خلافت قائم ہو گئی اور جنات الارض سے سرفراز فرمایا گیا۔ یہ عمل قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ انسانی دنیا کے ہر دور میں اس کا مظاہرہ ہوتا رہا اور آئندہ تا قیام شمس و قمر جب جب ایسے حالات پیش آئیں۔ مردانہ وار جدوجہد کرنے والے اس قصہ سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیں گے تو مشکلات حائل کرنے والوں کو شکست اٹھانا اور مفاد عام کی شیرازہ بند جماعت کو غلبہ حاصل ہونا یقینی ہے۔ پہلے سے یہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی قطعاً یہی ہوگا۔ صحیحی کے قصہ حال و مستقبل کیلئے سبق آموز ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں بے نتیجہ کہانیوں میں بدل نہ دیا گیا ہو۔ قصہ آدم دنیا کے ہر قائد ہر لیڈر اور ہر سبز پراہ جماعت پر منطبق ہوتا ہے۔ اچھے لوگ ساتھ دیتے ہیں اور بُرے لوگ فساد مچاتے ہیں۔ ہر ایک کی کامیابی اور اس کے طرف کے مطابق ہوتی ہے۔ جس شخص کے اصول انقلاب صرف دنیا یعنی مفاد عاجلہ کے تحت ہوتے ہیں وہ ایک آدھ نسل تک محدود ہوتے ہیں اور پھر فنا ہو جاتے ہیں اور جن کے انقلابی انداز مستقبل یعنی مفاد آخرت پر مشتمل ہوتے ہیں وہ نسل در نسل مدت دراز تک جنات نعیم سے مالا مال کرتے رہتے ہیں۔ یہ گویا پروانہ رضائے حق ہوتا ہے اور مستحق قوم کو دیا جاتا ہے۔ جو قوم اس پروانہ رضائے حق کی جب تک

حفاظت کرتی ہے۔ خود اوس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور جو قوم خوشحال زندگی کے مستقل اصول سے لاپرواہی برتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے اور پروا نہ دینا حق دوسری مستحق قوم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا لَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمُ (۲۴/۳۸)

۳۳ دستیابی حائل لتفسیر | رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۷ء و جنوری ۱۹۶۷ء میں مضمون

زیر نظر کا مکمل نواد فراہم کیا اور لکھا جا چکا تھا۔ اب صرف نظر ثانی کر کے اوس کی نشست ٹھیک کرنی تھی کہ ایک مخلص دوست سے جن کا مسلک اہل حدیث قسم کا ہے ”حائل التفسیر“ نامی کتاب مطبوعہ ۱۹۰۶ء علی جس کے مصنف ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان صاحب ایم۔ بی ہیں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ کتاب دیکھ کر مجھے بے حد حیرت اور بے انتہا خوشی ہوئی کہ قصہ آدم کے جس نتیجہ کو میں اپنا چالیس سالہ فکری نتیجہ سمجھ رہا تھا اس پر مجھ سے پہلے دوسرے مفکر پہنچ چکے تھے۔ مجھے اس کتاب میں میرے انداز فکر کی متعدد چیزیں ملیں اور میرے خیالات کو تقویت پہنچی۔ اگرچہ بعض خیالات سے جو عام مفسرین کے انداز کے ہیں مجھے اتفاق نہیں ہے تاہم آئندہ غور کرنے والوں کے کام آسکتے ہیں اس لئے اوس کا اقتباس درج ذیل کر رہا ہوں:-

۱۔ تفسیر قرآن بالقرآن۔ مفتاح القرآن۔ تذکرۃ القرآن۔ الذکر الحکیم نمبر ۱-۲-۳ مفید عام تشخيص الامراض۔ جامع العلوم طبى اردو۔ انگریزی۔ قرآن مجید مع تفسیر انگریزی رسالہ اعضا مخصوصہ مفید النساء والصبیان وغیرہ وغیرہ۔

اقتباس تفسیر اور تفاسیر سے ثابت ہے چنانچہ خلقت آدم سے پیشتر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کو خلیفہ بنانے والا ہوں (۲) خلیفہ کے معنی قائم

مقام۔ حاکم اور بادشاہ کے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد کی نسبت ارشاد ہے کہ

”اے داؤد میں نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگوں میں حق حق فیصلے

کیا کرو“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا مقصود حکومت و عدالت

ہے اور آدم سے پہلے ایسی قومیں تھیں جن کے فسادات اور خونریزیوں کے باعث

ایک خلیفہ کی ضرورت ہوئی جیسا کہ موجودہ قوموں کی حالت دیکھ کر آدم خلیفۃ اللہ

کی نسبت بھی علم غیبی نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہہ پایا کہ — کیا تو اس میں ایسے شخص

کو مامور کرے گا جو فساد اور خونریزی کرے اور فرشتوں کا یہ قول آدم کی شان

میں غلطی ثابت ہوا۔ کیونکہ آپ سے کسی فساد اور خونریزی کا ہونا ثابت نہیں۔

ابلیس کی نسبت یہ الفاظ ہیں۔ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (۳) اس سے بھی ظاہر

ہے کہ آدم سے پہلے اور بدکار قومیں بھی تھیں جن میں سے ایک ابلیس تھا۔ مجاہد ابن

عباس سے روایت ہے کہ جن سے پہلے یہاں زمین پر ایک لوگ رہتے تھے جنہیں

جَنّ - بَنّ - طَمّ اور رَمّ کہتے تھے۔ اور وہ سب ناپید تھے (دیکھو اخبار الدُّوَل

اور آثار الدُّوَل کی چوتھی فصل) تفسیر فتح البیان میں ہے کہ جنوں نے زمین پر فساد

برپا کیا۔ اللہ نے اودن پر ملائکہ کو بھیجا اور انہیں پہاڑوں اور سمندروں کی طرف

ہٹا کر اودن کی جگہ آباد ہو گئے ایسا ہی حلیب شیرینی سے تفسیر سراج المنیر میں

میں ہے کہ زمین میں جن زمانہ دراز تک رہے پھر اودن میں حسد و بغاوت

پھیل کر فسادات ظاہر ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اون پر ایک ملائکہ کا گروہ بھیجا جو جن کہلاتے تھے۔ یہ اوس جنت کے پاسبان تھے۔ اسی سے اون کا نام جن ہوا اون کا سردار ابلیس تھا۔ ایسا ہی ابن کثیر نے عجاہد سے روایت کیا ہے۔ امام محمد باقر سے روایت ہے کہ آدم سے پہلے ہزار ہزار آدم گذر چکے ہیں۔ حضرت شیخ حمی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب "حدوث الدینا" میں فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ کچھ لوگ طواف کرتے تھے اون کی حالت سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی روحانی گروہ ہے میں نے اون میں سے ایک کو کہا آپ لوگ کون ہیں اوس نے کہا ہم تیرے پہلے باپ دادا ہوں میں سے ہیں۔ میں نے کہا تمہیں کتنا عرصہ ہوا۔ کہا قریب پچاس ہزار سال کے میں نے کہا ہمارے اس آدم کو اتنے برس نہیں ہوئے۔ اوس نے کہا تو کس آدم کی بابت کہتا ہے۔ اس اپنے قریب آدم کی بابت یا کسی اور کی بابت میں سوچ میں پڑ گیا۔ اتنے میں مجھے ایک حدیث یاد آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس معلوم آدم سے پہلے لاکھ آدم پیدا کئے۔ پھر شیخ صاحب کہتے ہیں کہ میں عالم کشف میں حضرت ادیس بنی علیہ السلام سے ملا اور اس کشف کی صحت پر سوال کیا۔ ادیس نے جواب دیا صدق الخیر و صدق شہودک و مکاشفک الغرض جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور اوس وقت کے بزرگوں کو الہاماً خبر دی کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو اوس وقت کے ملائکہ اور بزرگوں نے موجودہ قوموں کے فساد اور خونریزی کو دیکھ کر عرض کی کہ اسے خداوند کیا تو ایسے شخص کو زمین پر مامور کرے گا جو فساد اور خونریزی کرے۔ یہ سوال اس وجہ

سے کیا گیا کہ وہ غیب کا علم نہ رکھتے تھے اور موجودہ قوموں کے فساد اور
خونریزیاں اُن کے سامنے تھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ ہم تو تیری تسبیح
و تقدیس کرتے ہیں۔ مگر یہ عالی تسبیح و تقدیس اور شے ہے اور قابلیت و
حکومت اور شے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو جواب دیا ”جو تم نہیں
جانتے وہ میں جانتا ہوں“ پھر آدم کو وہ کل نام سکھا دیئے۔۔۔۔۔ آدم کی
ابتدائی تعلیم بھی اپنے ضروریات کے مطابق الہام الہی سے اسما کے ساتھ
(ذاتی و صفاتی ناموں سے) شروع ہوئی۔ یہی سلسلہ تعلیم ہر ایک آدمی کے ساتھ
ہے۔۔۔ اور عام مشاہدہ کی بات ہے۔ اسما و پر جو الف لام ہے یہ خصوصیت کا
ہے یعنی خاص چیزوں کے اسما جو اُن کے وقت اور خلافت کے لحاظ سے ضروری
تھے۔۔۔۔۔

یہ ملائکہ جن کے واسطے خدمت آدم کا حکم ہوا تمام زمینی فرشتے تھے
یعنی تمام ملائکہ جو زمینی امور سے متعلق ہیں جیسا کہ ایک آیت میں شیطان سے سوال
ہے۔ ”کیا“ تو نے تکبر کیا یا ملائکہ“ عالی مقامات سے تھا $\frac{۳۸}{۴۵}$ اس سے ظاہر ہے کہ
اعلیٰ بلق کے ملائکہ اس سجدہ سے مستثنیٰ تھے۔ چونکہ شیطان ملائکہ میں سے نہیں
تھا اس لئے اُس کا انکار تکبر میں شمار کیا گیا۔۔۔۔۔ آدم کی جنت زمین
پر تھی جس میں شیطان پہنچا۔ گناہ ہوا۔ الشجر کے پاس جانے سے آدم نکالے گئے۔
آرام کے بعد سخت دکھ پہنچا۔۔۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ اور صحابہؓ کا بھی یہی قول ہے کہ
وہ جنت زمین میں تھی نہ کہ جنت الخلد۔ توراہ شریف سے ظاہر ہے کہ یہ جنت عدن میں
تھی۔ (پیدائش (۲) باب ۱۸) پھر پیدائش (۳) باب ۲۲ میں ہے کہ اوس نے آدم

کو نکال دیا اور باغ عدن کے پورے کی طرف مقرر کیا۔ . . . درخت ممنوع اغلباً انگور تھا۔ یہی درخت فتنوں کی جڑ ہے۔ (اکثر مفسرین؟ اوکئی صحابہ کا قول ہے) — لفظ شجر کے معنی جھگڑے کے بھی ہیں۔ . . .
الغرض حضرت آدم اپنی راست بازی اور نیک طبیعتی کے باوجود شیطان کے متواتر اور دائمی اغوا اور انسانی نیان میں آکر خطا کر بیٹھے۔ پہلی زمین سے سفر کر کے ہندیا سراندریپ پہلے آئے جیسا کہ حضرت علیؑ اور صحابہؓ و تابعینؓ سے مروی ہے۔

باغ عدن سے نکلنے کے بعد آدم کو اللہ تعالیٰ نے عطاءے نبوت اور ہدایت کا وعدہ فرمایا جیسا کہ **فَاِمَّا يَنْتَكِرُهَا هُدًى (۲۸)** سے ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ **اِصْطَوُا مَتْنَهَا جَمِيعًا** کے بعد ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ فیانی خطا عظیم رسالت سے پہلے صادر ہوئی تھی۔ . . .

قبیلہ ادم - ایک لچک پوٹ صبح جناب سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم نے تاریخ ارض القرآن طبع دوم مطبوعہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۳ء کے صفحہ (۶۱) پر لکھا ہے کہ شمالی عرب میں ابتدائے عہد سے مختلف قبائل ادم - عمورانی - موآب - بنو عمان - مدیانی اور عمالیق آباد تھے۔ عہد عاد و ثمود و ادم (از ۲۵۰۰ قبل مسیح تا ۸۰۰ قبل مسیح) ہے۔ ہر قبیلہ کو قبائل کی اضافت و نسبت سے ممتاز کرتے تھے مثلاً ادم کی زمین وغیرہ۔ اسحاق کے دو بیٹے تھے۔ ایک یعقوب جس کا لقب اسرائیل ہے اور دوسرے عیساؤ۔ ان کا لقب ادم تھا۔ یہ شمالی عرب کے کوہ سروات میں ادومی

قبائل کا جدِ اعلیٰ تھا ص ۱۲۳۔ شمالی عرب کے ایک کوہستانی مقام سہاجر میں ادوی عربوں نے ایک حکومت قائم کی تھی ص ۱۲۱۔ عیسو کا نام عرف غام میں ادوم (سرخ) تھا اسی لئے اس خاندان اور اس ملک کا نام ادوم پڑ گیا جلد دوم ص ۱۲۵۔ عرب کا تیسرا ابراہیمی قبیلہ ادوم ہے۔ اسی قبیلے میں حضرت ایوب علیہ السلام ہوئے تھے۔ قبیلہ ادوم کی مذہبی حالت سے قرآن نے کچھ تعرض نہیں کیا ہے۔ لیکن اس میں کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا ہی اس بات کی شہادت ہے کہ کم از کم قبیلے کے کچھ افراد راہِ راست پر نہ تھے (جلد دوم ص ۱۲۱)۔

جناب سلیمان ندوی صاحب نے قبیلہ بنی ادوم کی ایک اچھی وضاحت فرمائی ہے مگر اس کی صراحت نہیں فرمائی کہ قرآن کریم میں بار بار "بَنِي آدَمَ" سے جو مخاطبت ہے وہ اس قبیلہ سے متعلق ہے یا نہیں؟

اختتام مجھے اپنی بہ بھینا عتی کا پورا احساس ہے اور یہ ایک سیدہ حقیقت ہے کہ اللہ کا دست عطا کسی ظاہری علم و دولت اور ملک و وجاہت وغیرہ کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مانگ و جستجو کی تڑپ دیکھتا اور اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرماتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب کبھی قرآنی تعلیم کی کوئی محقول توجیہ سمجھ میں نہیں آئی اور غیر معقول شروحات سے اکتاہٹ پیدا ہوئی اور بے چینی بڑھ گئی کہ اقوال خدا کی مطابقت افعال خدا سے کیوں نہیں ہو رہی ہے تو اچانک مصنوعی غلاف ہٹا۔ اوارِ حقیقت نمایاں ہوئے اور ایمان کو تروتازگی ملی۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔ اس مسئلہ میں بھی قدرت کی دستگیری کا ایک نادر طریقہ ظہور پذیر ہوا۔

ماہ رمضان ۱۳۲۸ھ مطابق زوری سنہ ۱۹۱۳ء ایک ویدار مجلس تفسیر میں
 قصہ آدم مندرجہ سورہ بقرہ رکوع ۴ کے مالہ و علیہ تین دن تک کافی محنت
 ہوئے مگر کوئی اطمینان بخش حل نظر نہیں آیا۔ میرا دماغ سخت ادھیڑ میں
 مبتلا تھا۔ ایک شب سحری کھا کر لیٹا ہوں کچھ غنودگی طاری ہے کہ
 یکایک آواز آئی۔ ”ارے یہ تو پیشینگوئی ہے“ اس وقت گواہ نکھیں
 بند ہیں مگر پوری طرح بیدار ہوں اور قلب مسرت سے اچھل رہا ہے۔ اور
 آنافاتاً تا ئیدی خیالات پے در پے اس قبیل کے آرہے ہیں کہ سورہ بقرہ
 پہلی مدنی سورہ ہے اس قصے سے نبی کریم معلم کو یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اب
 آپ کی سرداری کا وقت آ گیا ہے۔ نیکو کار اطاعت گزار رہیں گے اور
 بد اطوار حد سے سرکشی کریں گے۔ فساد و فتنہ کی نوبت آئے گی۔ ^شنہشتہ
 لوگوں کے دل اس کو پسند نہیں کرتے مگر مصلحت خداوندی کا تقاضا یہی ہے
 کہ کھوٹے کھرے کا مقابلہ ہو جائے اور سنت اللہ کے مطابق قدرت
 کی بلا دستی نمایاں ہو۔ ”دن کو سکون ملا۔ دوسرے دن مفسر صاحب
 سے جب اس واقعہ کا اظہار کیا تو ارشاد ہوا کہ ”ہو سکتا ہے یہ
 صحیح ہو“۔

مذکورہ بالا غیبی الفاظ نے گو ایک ہی قصہ کا نشان نزول بتلایا
 مگر اس سے ایسی زبردست رہنمائی ملی کہ قرآن کے تمام قصص و حکایات
 کے وجوہ نزول معلوم کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا۔ اور اس سے بے شمار
 فوائد حاصل ہوئے۔

عاجز ہستی کی طرف سے بے نیاز وجود مطلق کا شکر کما حقہ ادا نہیں ہو سکتا تاہم دلی شکر گزاروں کے ساتھ ادا و شکر کی ایک اچھی صورت یہ ذہن میں آئی کہ اوس کی بخشش کے ثمرات کو چھپا رکھنے کی بجائے اوس کی مخلوق کے آگے بکھیر دیا جائے تاکہ متلاشیان حق اوس کو لیں اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے اوس میں چار چاند لگا کر مفید سے مفید تر بناتے چلیں۔ مجھے ”نستائش کی تمانہ صلہ کی پروا“ البتہ یہ آرزو ضرور ہے کہ حذامیری محنت کو قبول فرمائیے اور اوس کی مخلوق اس سے فائدہ اٹھائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تخلیق انسان

انسان کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ موجودہ حالت تک کس طرح پہنچا؟ اور اس منزل سے آگے کس طرح ترقی کیجا سکتی ہے؟ اس سوال پر علماء فطرت یعنی سائنٹسٹ صحیح نتیجے پر پہنچنے کے لئے عرصہ دراز سے مصروف تحقیقات ہیں۔ قرآن کریم نے آج سے کم و بیش چودہ سہ سال قبل جو بات چیدہ چیدہ طور پر بیان کی ہے۔ آج کا ترقیاتی و تحقیقاتی دور بالکل اسی نتیجے پر پہنچ رہا ہے جو ایک اُمّی انسان کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ زمانہ حال کے لوگوں کو مطمئن کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اس لئے دونوں طبقوں میں ایک بڑی خلیج حائل ہے۔ اس خلیج کو پاستے کی ذریعہ ہذا کوشش کی جا رہی ہے۔ ہر چند کہ قرآن کریم کا بنیادی مقصد انسان کو اخلاقی تعلیم کے ذریعہ بلند سے بلند مقامات تک پہنچانا ہے۔ سائنس کی ٹونگائیوں میں الجھانا نہیں ہے۔ بائیں اس کا انداز تفہیم ایسا پر حکمت کہ ساوغیرت سائنٹسٹ سب کو غور و فکر کی دعوت دے اور یکساں فائدہ پہنچائے۔

۱۔ تخلیق انسان کا ذکر قرآن کریم میں متعدد سورتوں میں آیا ہے۔ اخذ نتائج کے لئے ان تمام مقامات کو بالاختصار مجھ ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے حوالہ اس طرح دیا گیا ہے کہ سورہ کا نمبر اوپر ہے اور آیت کا نمبر نیچے۔ اور باعتبار نزول غور کرنے والوں کی سہولت کے لئے جناب

پروفیسر جمال خان صاحب کی کتاب ”ترتیب نزول قرآن“ کے مطابق سلسلہ لکھا گیا ہے۔

(۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ انسان کو علق سے پیدا کیا (علق ۹۶)

(۲) قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا كَفَّرَهُ مِنْ آيَةٍ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نَطْفِيَةٍ۔ ہلاک ہوا انسان کیا ناشکر ہے۔ اوسے کس چیز سے پیدا کیا؟ نطفہ سے (عبس ۲۱)

(۳) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ مَّاءٍ ذَرِيعٍ ۝ انسان کو اچھل کر گرنے والے

پانی سے مادہ تولید سے پیدا کیا گیا۔ (طارق ۸۶)

(۴) وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَأَسْرًا... وَاللَّهُ أَنْتَبَهُمُ مِنَ

الْأَمْرَضِ بِنَاتَانِ ۝ اور تحقیق اوس نے تم انسانوں کو مختلف حالات سے گزار کر پیدا کیا ہے... اور اللہ نے تمہیں زمین سے اس

طرح اگایا جس طرح نباتات کو اگاتا ہے (نوح ۱۷)

(۵) إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نَطْفِيَةٍ آمِشَاجٍ۔ ہم نے انسان کو ملے

ملے نطفہ سے پیدا کیا (مہر ۶)

(۶) خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ۔ انسان کو بھیکری

جیسی سوکھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا (رحمن ۵۵)

(۷) إِنَّا خَلَقْنَا هُم مِّن طِينٍ لَّأَسْوَأَ۔ ہم نے اون لوگوں کو چھٹ

جاننے والی مٹی سے پیدا کیا ہے (صافات ۲۱)

(۸) بَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ۔ انسان کی تخلیق کی ابتدا

مٹی سے کی (سجدہ ۳۳)

(۹) وَقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ اور آپ کے

رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ (ص ۲۱)

بشر سے مراد انسان نہ کہ آدم $\frac{۱۵}{۳۸،۲۶}$

(۱۰) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ

مَسْنُوْنٍ ۝ اور تحقیق کہ ہم نے انسان کو سٹرے ہوئے گار کی بھتی ہوئی مٹی سے

پیدا کیا۔ . . . اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب آپ کے

رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک بشر (انسان) کو بھتی ہوئی مٹی سے جو

سٹرے ہوئے گار سے بنی ہوگی۔ پیدا کرنے والا ہوں (حجر ۲۶ و ۲۷)

(۱۱) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُّطْفَةٍ۔ وہی ہے

جس نے تم کو تراب سے پیدا کیا پھر نطفہ سے (مومن ۶۶)

(۱۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ

نُطْفَةً۔ اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے

اوس کو نطفہ سے بنایا (مومن ۳۶)

(۱۳) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَجَلٍ۔ پیدا کیا انسان کو جلد بازی (یعنی

سے) (انبیاء ۲۱)

عجل کے معنی غریب القرآن فی لغات الفرقان مولفہ ڈاکٹر ابوالفضل

سے صفحہ ۱۳۵ پر اور لغات القرآن مرتبہ پرویز صاحب سے صفحہ ۱۳۶ پر حوالہ

لغت خمیر و قواموں۔ جلد بازی اور طین اور کیچڑ درج کر کے لکھا گیا ہے کہ
انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

(۱۲) وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا - وہی ہے جس نے انسان کو

پانی سے پیدا کیا (فرقان ۲۵)

(۱۵) خَلَقْنَاكَ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ نَسْأَلُكَ جَعَلْنَا مِنْهَا زَوْجَهَا

تم انسانوں کو نفس واحد سے پیدا کیا پھر اوسے اوس کا جوڑا بنایا (مقرنہ)
(زمر ۳۱ و نساء ۱)

(۱۶) وَمِنْ آيَاتِهِمْ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ

كَيْسٌ تَنْتَسِرُونَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

أَزْوَاجًا - اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم انسانوں کو

مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد تم بشر یعنی انسان بن کر

پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ اور اوس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اوس نے

تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بی بیایاں بنائیں (روم ۲۱-۲۲)۔

(۱۷) وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ - تم انسان کو خشک مٹی سے پیدا

کیا (فاطر ۳۱)

(۱۸) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ - انسان کو نطفہ سے پیدا کیا

(نحل ۱۶)

(۱۹) هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ - وہی ہے جس نے تم انسانوں کو

گیلی مٹی سے پیدا کیا (انعام ۶)

(۲۰) خَلَقْنَا مِنْ تُرَابٍ شَعْرًا قَالِ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ پید کیا اس

کو مٹی سے پھر اس کو حکم دیا کہ ہو پس وہ ہو گیا۔ (دآل عمران ۵۹) اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

(۲۱) فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ نُورٍ شَعْرًا مِنْ نُطْفَةٍ۔ ہم نے تم انسانوں

کو خشک مٹی سے پید کیا پھر نطفہ سے (حج ۲۲)

فل (۱) علق ۹۶ (۲) نطفہ ۸۰، ۶۰، ۱۶، ۲۲ =

گوشوارہ اشیا تخلیق

(۳) ماء و افق یعنی اچھلتے پانی سے (مراہ نطفہ) ۵۶

(۴) اطوار او نباتا ۱۷ = (۵) نطفہ امشاج یعنی طے جانے نطفہ سے ۷۶

(۶) صلصال کا لغتاً یعنی ٹھیکری جیسی مٹی سے ۵۵ = (۷) طین لازب یعنی چمٹ جانوالی مٹی

سے ۳۷ = (۸) طین یعنی گیلی مٹی سے ۳۳، ۳۸، ۶ =

(۹) صلصال حاسنون یعنی شرب ہوئے کچر کی سوکھی مٹی سے ۱۵ =

(۱۰) تراب یعنی خشک مٹی سے ۲، ۳۰، ۳۵، ۳ = ۲۲ =

(۱۱) سلاطین یعنی مٹی کے ست۔ جو ہر اود فلاصے سے ۲۳ =

(۱۲) عجل یعنی مٹی سے ۲۱ = (۱۳) ماء یعنی پانی سے ۲۵ =

(۱۴) نفس واحد یعنی ایک جان سے ۳۹، ۴ =

فک مذکورہ بالا گوشوارہ سے ظاہر ہے کہ

تجزیہ اشیا و تخلیق

انسانوں کی ایک ہی نوع کو اس کی ابتدائی

پیدائش کی ایک ہی بات متعدد الفاظ اور مختلف طریقوں سے سمجھائی گئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں باعتبار عقل و فہم مختلف مدارج ہوتے

پس۔ ہر خطاب کے وقت مختلف الخیال اشخاص سے سابقہ ہوتا ہے اور مقصود سب کو سمجھانا ہے خواہ وہ شہری ہوں یا وحشی۔ متقدم ہوں یا غیر متقدم پس اس لئے ہر وقت کے مخاطبین کو ملحوظ رکھ کر کلام کرنا نہایت ضروری ہے کہ عامی و عالم ہر ایک کے دل میں بات اتاری جائے اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ ایک ہی شخص کی متعدد تقاریر کا مختلف انداز بیان اسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کو قرآن کی زبان میں تصریف آیا کہتے ہیں۔ اور حدیث کی زبان میں ”کلام علی قدر عقول“۔

اب اشیاء مذکورہ کو سلسلہ وار دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ اولیت کس کو حاصل ہے۔

(۱) تخلیق۔ اس کے معنی تعلق اور محبت کے ہیں اور یہ ٹھوس مادی نہیں ہے بلکہ انسان کی تمدنی صفت کا اظہار ہے کہ اس کے خمیر میں انیس و محبت گوندھی گئی ہے جس کے صحیح استعمال سے اعلیٰ بنتا ہے اور اگر اس صفت سے کام نہ لے تو ادنیٰ یعنی حیوان شمار ہوتا ہے۔

(۲) نطفہ۔ یہ بحالت موجودہ برقراری نسل انسانی کا ذریعہ ہے اس کو اولیت اس لئے نہیں دیا سکتی کہ آیات (۲۴/۱۳ و ۲۲/۵) میں نطفہ کو تراب اور سلالہ طین سے بتایا جانا مذکور ہے یعنی یہ ذریعہ پیدائش بعد کا ہے۔

(۳) ما عِدِ دَاقِقٍ۔ یہ نطفہ ہی کا دوسرا نام ہے لہذا نمبر (۲) میں شامل ہے۔

(۴) اَطْوَارًا وَّ بَنَاتًا۔ یہ مٹی سے انسان تک درجہ بدرجہ ترقی کرنے کا

بیانا ہے۔ اور درختوں کی طرح نٹو و نما پانے کی مثال سے ظاہر کیا گیا ہے۔
مسئلہ ارتقا کے ماہرین اسی آیت کو بنیاد بنا کر چلتے ہیں۔

(۵) نطفہ مثلاً جہ پیلے صرف نطفہ کا ذکر تھا۔ اب نروادہ کے طے

طے نطفہ کا اظہار ہے۔ بات ایک ہی ہے۔ پس یہ بھی نمبر (۲) میں شامل ہے۔

(۶) صلصال کا لغز۔ اس سے مراد مٹی کی ایک خاص قسم یعنی ایسی گیلی مٹی

جو سوکھ کر ٹھیکری جیسی بن گئی ہو۔

(۷) طین لازب۔ یہ بھی مٹی ہی کی ایک قسم ہے جس میں چمٹ جانے کی خاصیت

پیدا ہو گئی ہو لہذا یہ نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۸) طین گیلی مٹی کہہ جاتا ہے پس یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۹) صلصال حیا مسنون۔ مٹے پوٹے کیچر کی سوکھی مٹی مراد ہے۔ یہ

بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۱۰) تراب۔ خشک مٹی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۱۱) سلالہ طین۔ مٹی کا خلاصہ۔ جو ہر سست۔ یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۱۲) عجل۔ لغت میں اس کے دو معنی ہیں۔ ایک جلد بازی اور دوسرے

مٹی۔ کیچر۔ جلد بازی شے نہیں صفت ہے اور مٹی شے ہے لہذا یہ بھی نمبر (۶)

میں شامل ہے۔

نمبرات ۶ تا ۱۲ کا تعلق ایک ہی نوع مٹی سے ہے اور آیت ۳۲ ابتد

فقہہ (۲) ضمن (۸) میں انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے بیان کی گئی ہے

اس لہذا سے طین یعنی گیلی مٹی کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ کیچر۔

ٹھیکری اور ست اس کے بعد کے مدارج ہیں۔

(۱۱) پانی۔ مٹی کا تراب کے درجہ سے طین کے درجہ تک پہنچنا بغیر پانی کے ممکن نہیں۔ پس جب طین کو اولیت کا درجہ دیا جائے تو پانی کو بھی لازماً ہی درجہ ملیگا۔ کیونکہ ان ہی دونوں کا امتزاج تخلیق کا سامان اول ہے۔

(۱۲) نفس واحدہ جان کی ابتداء ایک جہر ثومہ حیات، گیلی مٹی سے ایک نئی پیدائش۔

تجزیہ اشیا کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مٹی کے فلاں سے انسان کی موجودہ حالت تک حکمت الہی کا تدریجی عمل برسہا برس کے ایک ایک الہی دن میں تکمیل کے منازل طے کیا ہے۔ سائنسی دور سے پہلے کے علماء شریعت کا وہ پرانا تصور کہ انسان کی تخلیق کی تکمیل مٹی سے ہوئی یعنی مٹی کا انسانی پتلا بنا کر اوس میں روح پھونکی گئی اور وہ پلتا پھرتا انسان بنا اور اس پہلے انسان کا نام آدم تھا۔ قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے آدم کو پہلا انسان نہیں کہا بلکہ پہلا خلیفہ کہا ہے جس کی وضاحت مضمون خلافت آدم میں دیکھی جاسکتی ہے اور جہاں تمام انسانوں کی تخلیق مٹی سے ہونا ظاہر کیا گیا ہے اس میں حضرت آدم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ البتہ آدم کے مٹی سے پیدا ہونے کا ذکر آیات (۱۶) و (۱۷) میں ابلیس کی طرف سے بطور تحقیر کیا ہوا ہے اللہ پاک کا فرمان نہیں ہے۔

مَا تَلَمَّتْ اَدَمُ وَبِیْ اَنْتَ - سورہ آل عمران کی آیت نمبر (۵۹) سے ایک بڑی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ پوری آیت یوں ہے۔ اِنَّ مَثَلًا عِشْرَیْ جَعَلَ اللّٰهُ تَمَثَّلًا اَدَمَ

خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ اس کو بالعموم حضرت

آدم و عیسیٰ کی معجزانہ پیدائش کی مماثلت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے
حالانکہ ربط کلام سے اس مماثلت کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔ یہ آیت

تیسرے پارے کے چودھویں رکوع میں ہے اس پورے رکوع میں
آگے پیچھے نہ پیدائش آدم کا کوئی ذکر ہے اور نہ پیدائش عیسیٰ کا۔ بلکہ

اس کا موضوع وفات عیسیٰ و رفع عیسیٰ اور انہیں کا فروع سے پاک کرنے
اور ان کے متبعین کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھنے اور کافروں

کو دنیا و آخرت میں شدید عذاب دینے سے متعلق ہے یعنی اس میں جو ^{ثالث}

بتلائی گئی ہے وہ ان دونوں حضرات آدم و عیسیٰ کی برگزیدہ گئی۔ ان کے
تبلیغی کارنامے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کے برے انجام سے متعلق

ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس رکوع میں کسی کی پیدائش کا ذکر نہیں ہے۔

ان دونوں حضرات کی پیدائش یکساں بھی تو نہ تھی کہ اس کی مماثلت بیان کی

جاتی۔ یہ دونوں حضرات صرف ماں سے پیدا شدہ نہیں تھے۔ اور دونوں

بغیر ماں باپ کے تھے۔ اس لئے پیدائشی مماثلت کا تصور بالکل بے جواز

اور غیر متعلق ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی مناظرہ میں برنگ مناظرہ ایک

بے جواز بات نکلی اور وہ چلی پڑی۔ اس میں الفاظ کن فیکون۔ تشریح طلب

ہیں جو غلط فہمی کی بنیاد پائے جاتے ہیں۔

کن فیکون کی تشریح

کن فیکون کے الفاظ قرآن کریم میں ۵ مقامات
۱/ ۱۱۲ ۲/ ۱۱۳ ۳/ ۱۱۴ ۴/ ۱۱۵ ۵/ ۱۱۶
پر آئے ہیں۔ سورہ بقرہ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶
۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵

بَدِئِجُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (حق تعالیٰ) موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے۔ اور جب کسی کام کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اس کام کی نسبت (اتنا) فرمادیتے ہیں کہ ہو جا پس وہ (اسی طرح) ہو جاتا ہے۔

(ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی) اور سورہ سجدہ ۳۲ کی آیات نمبر (۹ تا ۱۱) میں تخلیق مدارج کی ترتیب اس طرح ارشاد ہوئی ہے — ”اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ دنوں میں (یعنی چھ طویل امدت زمانوں میں) پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا (یعنی کائنات پر اپنی حکومت چلا رہا ہے) اور سے چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی ولی اور شفیع نہیں ہے سو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ امر اس کی طرف پڑتا ہے ایک دن میں جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ وہی (اللہ) ہے غائب اور موجود کا جلنے والا۔ زبردست رحمت والا جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو خلاصہً اظلاط یعنی ایک بے قد پانی سے بنایا پھر اس کے اعضاء درست کئے اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا (یعنی مختلف طاقتوں کی استعداد رکھ دی) (یہاں تک ماضی کے صنائر ہیں اب یہاں سے حال کے صنائر شروع ہوتے ہیں) اور بنایا تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل (یعنی دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا کی) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ (یعنی ان اعضاء سے صحیح کام نہیں لیتے۔) اور

دوسری جگہ سورہٴ حم سجدہ کی آیات (۹-۱۰) میں یہ صراحت ہے کہ زمین کی تخلیق دو دن (یعنی دو مراحل) میں اور اوس میں پہاڑ وغیرہ کی تکمیل چار دن (یعنی چار منازل) میں ہوئی۔

ان آیات سے کون فیکون کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اوس کا ایک امر تدریج مدت مدید کے بعد تکمیل پاتا ہے۔ اوس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مٹی سے لطف بننے تک تدریجی عمل۔ اور لطف سے باشعور انسان بننے تک تدریجی عمل۔ فو سے جماعت بننے تک تدریجی عمل۔ بیج سے درخت بننے تک تدریجی عمل۔ کمزوری سے طاقت ور ہونے تک تدریجی عمل۔ طاقت سے طاقت تک تدریجی عمل۔ زندگی سے موت تک تدریجی عمل۔ قومی بھلائی کی جزا میں امتحان کا تدریجی عمل۔ اور قومی برائی کی سزا میں مہلت کا تدریجی عمل۔ غرض ارتعائی کن اور امتزاعی کن۔ دو دنوں میں تدریجی عمل دور میں نگاہوں سے مخفی نہیں اور کوتاہ نظر میں اس حقیقت تک رسائی نہیں پاتیں۔

نوع بشر کی تخلیق سے متعلق سورہٴ نوح (۷۱) کی آیات (۱۴ و ۱۵) میں واضح کیا گیا ہے کہ نوع بشر کو مختلف حالات سے گزار کر اس طرح پیدا کیا گیا ہے جس طرح زمین سے نباتات اگائے جاتے ہیں۔ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ سنت اللہ یہ نہیں ہے کہ مٹی سے نباتات کے ٹھسے بنا کر نر و تازہ کئے جائیں اور نہ یہ کہ انسان کا پیلا بنا کر پھونک مار کر زندہ کیا جائے۔ بلکہ سنت اللہ کا مشاہدہ یہ ہے کہ ہر چیز اوس کے مقررہ قانون کے مطابق ایک نوع سے دوسری نوع خلاصہ در خلاصہ بنا کرتی ہے۔ اور یہی اللہ کا پر حکمت کام ہے۔

اب خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ پری بھی نظر ڈال لیجئے۔

مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ آیت۔ قرآن کریم میں نفس واحدیہ کے الفاظ

حسب ذیل پانچ مقامات پر آئے ہیں (۱) اوس نے تم لوگوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ پھر اوسکی (ایک نفس) سے اوس کا جوڑا بنایا (زمر ۳۹ و سجاد ۱۲)

(۳) وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے نشوونما دیا پھر

ایک مستقر یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک اوس سے اگلی منزل (انعام ۶)

(۴) وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور

اوسکی (ایک نفس) سے اوسکا جوڑا بنایا تاکہ وہ اوس سے راحت حاصل

کرے (اعراف ۱۸۹)

(۵) نہیں پیدا کیا تم کو اور نہیں مبعوث کیا تم کو مگر ایک نفس کی مانند

(نقصان ۳۱)

دیکھئے ہر جگہ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ کہا ہے۔ مِنْ بَشَرٍ وَاحِدٍ یا مِنْ

سَرِّ جُلٍّ وَاحِدٍ کہیں کہیں نہیں کہا۔ اور نہ کہیں تمام انسانوں کو آدم سے پیدا

کرنے کا ذکر ہے۔ اس جگہ نفس سے تخلیق ازواج کا ایک دوسرا استعمال بھی ملتا ہے

رہے۔ سورہ روم (۳۰) کی آیت (۲۱) میں اس طرح ارشاد ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا

إِيَّاهَا۔ اوس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اوس نے تمہارے لئے تمہاری

جنسوں سے بی بیایا بنائیں تاکہ تمہیں اوس سے سکون ملے ۳۰

اس استعمال سے صاف ظاہر ہے کہ نفس واحدیہ سے مراد حضرت آدم

قطعاً نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ نفس واحدہ آدم سے الگ
 شے ہے۔ جس طرح تمام انسانوں کی ازواج انسانوں ہی کے نفس سے
 پیدا کی گئی ہیں اوسی طرح آدم بھی انسان تھے وہ بھی نفس واحدہ سے
 پیدا ہوئے اور ان کی زوجہ حضرت حوا بھی انسان تھیں وہ بھی نفس
 واحدہ سے پیدا ہوئیں۔ نفس کے معنی ”جان“ ہیں نفس کا اطلاق بے جان
 مٹی پر نہیں ہوتا۔

نفس واحدہ کی مختلف تعبیریں زمانہ ماضی میں
 حائل التفسیر
 مطبوعہ ۱۹۰۶ء

مولفہ ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ سیس (جو تفسیر القرآن
 بالقرآن۔ مفتاح القرآن۔ مفتاح العرب اور تفسیر قرآن زبان انگریزی وغیر
 کے مصنف بھی ہیں) کے صفحہ (۲۶۶) کا اقتباس اس نظر سے پیش ہے کہ
 ناظرین کرام کو اس مسئلے کے مختلف نقاط نظر سے واقفیت ہو جائے۔
 ”اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا
 اور اوسی سے اوسکا زوج بنایا۔“ (یعنی ایک ہی عورت کے بطن سے یا لحاظ
 تخم ایک ہی مرد کے نطفہ سے۔ یعنی اوسی کی جنس سے نہ کہ گائے بیل بکری
 وغیرہ دیگر حیوانات سے جیسا کہ آیات ذیل سے بھی مطلب صاف ہوتا
 ہے۔ وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لَعَلَّكُمْ
 تَتَّقُونَ ﴿۱۳۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لَعَلَّكُمْ
 تَتَّقُونَ ﴿۱۳۹﴾) پس فرمایا کہ تم ہم ایک ہی ہیں پھر خدا بعض اور تمفر کیوں کرتے

کرتے ہوئے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

”قرآن کریم کی روش سے سلسلہ ارتقا کے تحت زندگی کی پہلی شکل نباتات ہے۔ جب کسی پودے کا بیج زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ اپنی جڑوں سے گیلی مٹی کے اجزا لیکر بڑھتا ہے اور وہ تمام بے جان مٹی ترقی کر کے جاندار و رخت کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مٹی سے غلے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں جن سے حیوان کو غذا ملتی ہے اور اوس کا خلاصہ نطفہ بنتا ہے۔ اس طرح ارتقا کے سلسلہ کے تحت ذرات مادی سے عالم نباتات بنا اور عالم نباتات سے عالم حیوانات بنا۔ نباتات اور حیوانات کو انسان نے کھایا۔ اس طرح مٹی کے اجزا ترقی کر کے اجزائے انسانی بن گئے اور انسان معرض وجود میں آیا۔ پھر نسل انسانی کو قائم رکھنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے مرد و عورت کے مرکب نطفہ سے یعنی نطفہ امتحان سے انسان کو پیدا کیا۔ مٹی کے اجزا کا خلاصہ در خلاصہ نکل کر ایک انسان بن جاتا ہے (ص ۱۹)

شکم مادر کے تغیرات [فت ماہرین تولید نے ہزار ہا تجارب و مشاہدات کے بعد یہ ایمان افروز اعلان کیا ہے کہ جس طرح آغاز میں زندگی مختلف مدارج سے ہوتی ہوئی منزل انسانیت تک پہنچی تھی اسی طرح ایک حیرت انگیز سلسلہ ماں کے پیٹ میں کار فرما ہے۔ نطفہ رحم مادر میں پہلے ایک خلیہ سا ہوتا ہے۔ اس کے بعد چند مدارج سے گزر کر چونکا بنتا ہے۔ پھر منڈک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر یہ ندوں کی طرح ایک چوڑے سے نپڑ آنے لگتی ہے۔ اس کے

بعد چوپاؤں کی صورت بدلتا ہے چوتھے مہینے میں سر و بازو کے ہمراہ ایک چھوٹی سی دم نکلتی ہے جو پانچویں مہینے میں غائب ہو جاتی ہے چھٹے مہینے میں زرو مادہ کی تیز ہوتی ہے۔ آٹھویں میں آنکھیں کھلتی ہیں اور سر پر بال اُگاتے ہیں۔ الغرض انسان کا بچہ تمام اہم منازل سے گزرتا ہے جن سے زندگی کو آغاز آفرینش میں گزرنا پڑا تھا (حصہ ۲۲)۔

علامہ مشرقی اور مسئلہ ارتقا | والی بعض مسئلہ ارتقا حضرت علامہ مشرقی نے نظریات علوم جدیدہ کا آیات قرآنی

سے جو تقابل کیا ہے اور نفس واحدہ کی جو تشریح فرمائی ہے وہ نہایت عجیب و غریب اور اہم و نادر معلومات میں بے حد مفید ہے۔ یہ تقابل اہم کی حرکت الارا کتابت ذکرہ کے مقدمہ میں صفحات (۱ تا ۳) پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ من و عن و کھینے کے قابل ہے علمی تحقیق میں تفکر و تدبر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اسے ضرور دیکھیں۔ چونکہ اس کا خلاصہ مافی الضمیر کو پوری طرح لہرانہ کر سکے گا۔ اس لئے صرف اس کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اس کا تمہیدی نوٹ درج ذیل ہے۔

”مسئلہ ارتقا اہم عالم آرا مسائل کے منجملہ ہے جس کی تصدیق میں مختلف قروان کے علماء نے بحثیں کیں اور ہر بار متعدد اصناف ہوتے رہے۔ اہل یونان اور رومنہ الکیری کے زمانہ عروج میں اس کے اعتراف کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اہل ہند کی پرانی کتابوں میں کہیں کہیں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اسلام کے عہد عروج میں مختلف علماء نے بہت کچھ چھان بین کی۔ اس سلسلے میں الفارابی

ابن سینا۔ ابن بابجہ اور ابن مسکویہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یورپ کے عہد ارتقا میں سب سے زیادہ سربراہ آوردہ نام ہیگل۔ والٹے ہکسے اور ڈارون کے ہیں لیکن اس عظیم الشان نظریے کی ارتقائی شوق کے دعوے کو اول اول جن علماء نے مستقل صورت دی وہ حکماء اسلام ہی ہیں۔ ابن خلدون نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ابن خلدون نے بوعلی سینا کے استاد معظم ابو نصر الفارابی کو اسلام کا سب سے بڑا حکیم کہا ہے۔ قرآن کریم کی تحت بالغہ اور شریعت خدا کی حکمت جامعہ۔ جہد للبقا کے اس طبیعی نتیجے پر تیرہ سو برس پہلے پہنچ چکی ہے ۵

عارف رومی کا نقطہ نظر

عارف رومی نے زندگی کی ارتقا پذیر روانی کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ پہلا درجہ جمادات کا تھا۔ دوسرا درجہ نباتات کا رہا۔ تیسرے درجہ میں حیوانات کے رنگنے چلنے اور اڑنے کی بچھل رہی۔ اب ہم جس دور سے گزار رہے ہیں اس کو انسانی دور کہا جاتا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے بعد ترقی کے اور کتنے دور ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب زندگی ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوتی ہے تو ادنیٰ سے اعلیٰ بنتی ہے۔ گویا ہر اگلا درجہ پچھلے درجے کے مقابلہ میں جنت ہوتا ہے پھر ہم اس دور کی موت سے کیوں گھبرائیں۔ بسندہ زندگی کا دور موجودہ زندگی سے بہتر ہوگا خود اون کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

آمدہ اول بہ اسلم حماد از جبادی در نباتی او فتاد

سایہا اندر نباتی عمر کرد
وز جمادی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چون بہ حیوان او فتاد
نامش حال نباتی ہمیشہ یاد
بہمچنین اقلیم در اقلیم رفت
تا شد اکنون عاقل و دانایند
عقلہا کے اولینش یاد نیست
ہم ازین عقلش تحول کردنیست

(مشنوی دفتر چہارم)

از جمادی مردم نباتی شدم
وز نما مردم بہ حیوان سرزدوم
مردم اند حیوانی و آدم شدم
بس چہ ترسم کے دمزدون کم شوم
حملہ دیگر بہیرم از بشر
تا بہ آرام از ملک بال پر
بار دیگر از ملک قربان شوم
آہنجہ اندرو ہم ناید آں شوم
بس عدم گردوں عدم چون از غنوں
گویم اِنَّا الْبِیْہُ رَا جَعُوْنَ

(مشنوی دفتر سوم)

متزلزل آئندہ
کمال ادوار ماضی پر غور کرنے کے بعد یہ حقیقت روشن
ہو جاتی ہے کہ حالیہ دور ہی مختتم دور نہیں ہے بلکہ
زندگی کا آئندہ مرحلہ اس سے زیادہ شاندار حیثیت سے رونما ہونے والا
ہے جہاں کی آسائشیں اور لذائذ یقیناً اس سے زیادہ لطف انگیز و سکون بخش
ہونگے جس کو حاصل کرنے کے لئے آج کا انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ایشیا و
قربانی کی کشتی پر سوار رواں دواں ہے۔

ابراہیم دیکھنا یہ ہے کہ یہ ترقی کشمکش حیات کے ساتھ صرف اچھی صلاحیتوں کو بڑھاتی ہے یا کائنات کا ہر ذرہ ترقی کر جاتا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سب یکساں ترقی نہیں کرتے۔ صرف صلاحیت والے اور فہم بخش اجزا ہی قابل قدر ہوتے ہیں۔ ہمارے جسم کی چھوٹی سی کائنات گواہ ہے کہ جسم میں داخل ہونے والی ساری غذا خون نہیں بنتی۔ یہی قانون کائنات کے ذرہ ذرہ میں نافذ ہے۔ نباتات کے وہ رنے جمادات کے وجود کو فنا نہیں کیا۔ حیوانات کے دور سے سارے نباتات ختم نہیں ہو گئے۔ یہ انسانوں کا دور ہے جس میں جمادات، نباتات اور حیوانات پسماندہ حالت میں سب موجود ہیں۔ اور ہر ترقی یافتہ نوع اپنی اپنی نشوونما کے لئے پسماندہ نوع سے برابر استفادہ کر رہی ہے۔ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ آئندہ بھی یہی ہو گا۔ ایمان صحیح اور عمل صالح کے لوگ زندگی کے آئندہ ترقی یافتہ مرحلے میں داخل ہوں گے۔ اور باقی اندھوں کی طرح ٹھوکر میں کھاتے رہیں گے۔

۱۵۔ ایمان صحیح یعنی مفید حیات تصورات کو ماننا اور عمل صالح یعنی مفید انسانیت مسلمات سے فوائد حاصل کرنے کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف رہنا۔ ہر کہ اور اوقات تخلیقیت۔ زندا جز کا فر و نسیقیت (علامہ اقبال)

۱۶۔ مضامین و مشکلات کی زندگی کا نام بہنم ہے تفصیل کیلئے دیکھئے "مضمون جنت و جہنم کی سیر"

پس لازم ہے کہ انسان محض تقاضائے جسمانی و خواہشات نفسانی ہی میں الجھنا نہ رہے بلکہ ذات انسانی کو سوار نے اور اسنڈہ مرحلہ زندگی کے قابل بنانے کے لئے جسم کی پرورش و نگہداشت، انبیاء و اولیاء و علمائے حکمت و فطرت کے نمونوں کے مطابق جماعتی طور پر یعنی مفاد عام کے مد نظر کرتا رہے تاکہ خدا کی نظر میں دور آخرت کی بالاتر جنت کا مستحق قرار پائے۔ اور اوس سے سرفرازی نصیب ہو۔

ساری تعریضیں خدا کے رب العلمین کے لئے ہیں۔ فقط

پیش لفظ

مشہور ہے کہ نبیؐ نے ایک ہاتھ میں پانی کا برتن اور
ایک ہاتھ میں آگ کا برتن لیکر عتقہ عتقہ سے چلیں لوگوں نے پوچھا نبیؐ صابن
آج آپ پانی اور آگ لیکر عتقہ عتقہ سے کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ
لوگ اللہ کی محبت سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور اللہ کی عبادت جنت کی لالچ یا
جہنم کے خوف سے کرتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جنت کو آگ لگا کر جلادوں
اور جہنم پر پانی ڈال کر بجھا دوں تاکہ آئندہ سے اللہ کی عبادت اللہ کی
محبت میں ہوا کرے۔ یہ قصہ بڑا معنی خیز اور نہایت عبرت انگیز ہے۔

اس مضمون کو مرزا غالب نے یوں ادا کیا ہے کہ

طاعت میں تار ہے نہ مٹے وانگیس کی لاگ

دوزخ میں ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

مولانا رومؒ ایک بڑے پائے کے صوفی گروہ میں انہوں نے اپنی

مثنوی کے دفتر چہارم میں جنت کی جو حقیقت بیان کی ہے اس کا ترجمہ

پیرا بن یوسفؒ میں اس طرح کیا گیا ہے :-

حتیٰ کہ دیوار جنت کی نہیں مثل دیواروں کے بے جاں کر یقین

نے بنائی جنت آئے سے ولے بل بنائی نیت و اعمال سے

آب و گل سے یہ بنا مردہ ہوئی طاقتوں سے وہ بنا زندہ ہوئی
 فرش بے فراش کے خود ہو گئے خانہ بے جاروب کے خود صاف ہے
 بے اٹھائے سیرتحت اوس کا کرے حلقہ و در او س کا تو الی کرے
 دل کے اندر زندگی جنت کی ہے فائدہ کیا جو زباں نے کہہ سکے

اب حضرت مولانا روم کے شاگرد رشید ڈاکٹر اقبال کو سنئے :-

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاک اپنی فطرت میں نہ نوری نہ تاری ہے
 یہیں بہشت بھی ہے خور و جبرئیل بھی ہے تری نگہ میں ابھی شوخی نظارہ نہیں
 حضرت علامہ مشرقی اپنی کتاب "خریطہ مشرقی" کے باب حقائق میں فرماتے ہیں :-
 جنت گفنی! کجاست جنت بہ بغسل آقائے دو کون یکے ستاے ہرزہ اہل
 اینجانہ وہ خذف چوبے سعی بطیع گو ہر بخشہ چکو نہ بے جہد و عمل
 بی بی رابعہ بصریہ تو جنت و جہنم دونوں کو تباہ کرنے پر مائل تھیں مگر مرزا
 غالب کا اندازہ بیان دوسرا ہے انہوں نے جنت کو جہنم میں ڈال کر جسم
 کو دینے اور جہنم کو بدستور باقی رکھنے کا تصور دیا اور مذہبی طبقہ دنیائے حاضر
 و موجود کو مردار اور ایماندار لوگوں کے حق میں جیل خانہ بتلا کر مسائل حیات سے
 گریز کی راہ اختیار کیا اور دنیائے مستقبل و غائب کے ایسے عجیب و غریب
 تھتے بیان کرتا ہے کہ غور و فکر کا حامل طبقہ اس کو ماننے سے ابا کرتا بلکہ مذاق اڑاتا
 ہے اور غالب کے صوفیانہ سرور (ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
 دل کے پہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے) کا ہمنوا ہو گیا ہے۔ یہ دونوں گروہ
 افراط و تفریط کے شکار ہیں جو مسلک اعتدال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

غرض یہ اور اسی قسم کے مختلف و منتشر خیالات نے مجھے مجبور کیا کہ سارے مختلف تصورات سے بے نیاز ہو کر خالق کائنات کے لازوال کلام کے پر نور سمندر میں غوطے لگاؤں اور وہاں سے سچے موتی حاصل کروں۔ اس میں ایک عرصہ لگا مگر خدا کا شکر ہے کہ موتی ہاتھ لگا اور سکون قلب حاصل ہوا کہ اسلامی تعلیمات قسط و اعتدال پر مبنی ہیں۔ یہ ہر ایک کا مشاہدہ ہے کہ دنیا کے موجود میں راحت بھی ہے۔ اور رنج بھی۔ راحت خاصہ ہے کائناتی قوانین کی پابندی کا۔ اور رنج نتیجہ ہے قوانین مقررہ سے سرکشی کا۔ خالق کائنات نے انسان کی تخلیق جنت کے لئے کی ہے۔ اس کی فطرت سلیمہ خلافت و جنت ہی کی مستحق ہے۔ یہ اگر فطرت سلیمہ سے اعراض کرتا ہے تو اپنے منصب خلافت و فضیلت سے تنزل کر دیا جاتا ہے اس طرح جنتی انسان جنت سے خارج ہو جاتا ہے۔ پھر یہ جاتا کہاں؟ ظاہر ہے کہ جنت کی خوشحالیاں چھین جانے کے بعد اس کی زندگی رنج و تکالیف کی بد حالیوں والی، زندگی ہوگی جو عینت کی ضد ہے اور جس کا اصطلاحی نام جہنم ہے۔ اس تفصیل کا صاف مطلب یہ ہے کہ دنیا کے موجود و سیدھے راستے کی زندگی گزارنے والوں کے حق میں جنت ہے اور ٹیڑھے راستے پر چلنے والوں کے لئے جہنم ہے۔ اور چونکہ دنیا کے موجود کی زندگی ہی سب کچھ نہیں ہے۔ کائنات رواں دواں ارتقا پذیر ہے لہذا دنیا کے مستقبل بھی علمی حقیقت ہے۔ اگلا دور بھی دنیا کے موجود کی طرح راحت و تکالیف پر مشتمل دور ہوگا۔ گویا جنت و جہنم دنیا کے موجود و دنیا کے مستقبل دونوں جگہ ہے۔ جس طرح اللہ نے آخرت میں جنات و انہارا اور خوشگوار زندگی کی بشارت دی ہے بالکل

اویسی طرح اس دنیا میں بھی فرمانبردار قوم کے لئے وہی جنات و انہار اور مردہ الحالی زندگی کی خوشخبری دی ہے۔ اس خصوص میں قرآنی تعلیمات واضح ہیں مگر جو لوگ کلام الہی کو تابع روایات انسانی سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور دنیا کے موجود کو دارالعمل اور دنیا کے مستقبل کو دارالجزا مانتے ہیں۔ یعنی دارالجزا میں عمل کرنے کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔ ایسا اعتقاد رکھنے کے باوجود قیامت میں شفاعت کرنے کے لئے پیغمبروں کے پاس دوڑتے پھرنے اور وہاں اپنی بارہ اولیا۔ اتقیاء وغیرہ کی شفاعت کا عمل ہونے کا یقین بھی رکھتے ہیں۔

ایسے بے جوڑ عقائد کی وجہ اعمال میں کوتاہی آگئی اور اسلام کی وہ کشش جو ہر سمجھدار انسان کو اپنے طرف کھینچ لیا کرتی تھی۔ ماند پڑ گئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خود مسلمان کہلانے والے بھی موجودہ نظریات و اعمال اسلام سے بیزار ہو گئے۔ اسلام سے بیزار ہی پہلا مرحلہ تھا چونکہ دوسرا کوئی مذہب اسلامی نظریات سے بہتر نہیں ہے جس کے دامن میں وہ سکون حاصل کرتے اس لئے بیزاردی کا دوسرا مرحلہ یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ طبقہ کمپوزم کی طرف جھک گیا۔ اور جاہل طبقہ اسلامی اعمال ترک کر کے صرف نئے سنائے عقائد اور آسانی رسوم کا بندہ رہ گیا۔ اب ہمارے موجودہ اسلام میں اختیار کے لئے کوئی وجہ کشش نہیں رہی۔ اگر مسلمانوں میں اسلامی نظریات و اعمال پہلے کی طرح رہتے تو حسب سابق قوموں کی تو میں

۱۔ شفاعت کا کیا مفہوم ہے اور شفاعت کہاں ہوتی ہے اس کے لئے

ملاحظہ فرمائیں "شفاعت"

مسلمان ہو جائیں۔ اور اسلام کا پرچم ساری کائنات ارضیا پر لہراتا۔ اور انسان
 غرض پیدایش کی تکمیل سے تقرب حق و لقاءے رب سے مالا مال رہتا۔ دنیا
 موجود کو سوار نے کا وریضہ صاحب جاہ و جلال حضرات اور شہرت یافتہ
 علمائے اسلام کو انجام دینا چاہیے مگر وہ اس سے غافل نظر آ رہے ہیں۔
 اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ خدا کے ذرہ نواز نے مجھ نا چیز کو جو توفیق فہم قرآن
 عطا فرمائی ہے اس کو قرآنی آیات کے حوالوں سے صاحبان فہم و ادراک کے
 ملاحظہ میں پیش کر دوں۔ پس آئیے آج جنت و دوزخ کی سیر حاصل سیر
 کریں اور حقیقت تک پہنچنے کی پر خلوص کوشش کریں۔ اور اس میں کامیابی
 کی خدا سے توقع رکھیں۔

میری یہ کوشش نخست اول ہے اور اللہ پاک سے دعا ہے کہ خدمت
 اسلام کا جذبہ رکھنے والے اور شہرت و فراغت سے مالا مال حضرات و
 علمائے کرام اپنے گرانقدر مال مصالحوہ کے ساتھ ایک عالمگیر سیر اور مکی اسلامی
 عمارت قائم کرنے کی جانب عاجلانہ مصروف ہو جائیں۔ اس سے نہ صرف
 میرا مقصد پورا ہوگا بلکہ نشاء خداوند مکی تکمیل ہوگی اور یہ حضرات عند اللہ
 بے حساب اجر پائیں گے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

جنت و جہنم کی سیر

قرآن کریم سے واضح ہے کہ جنت مقام راحت و سکون ہے اور جہنم مقام ذلت و تکلیف۔ ان دونوں کا تعلق دنیا کے حاضر و غائب یعنی زمانہ ماضی و حال و مستقبل سب سے ہے۔ لفظ مستقبل میں موجودہ زندگی میں پیش آنے والا زمانہ اور مرنے کے بعد کا دور جدید و نون شامل ہیں، مگر ہمارا بگڑا ہوا روایاتی ذہن یہ ہے کہ ان لفظوں کا تعلق دنیا کے حاضر سے ہے ہی نہیں۔ یہ صرف اس آخرت ہی سے مختص ہے جو کہ ارض کی تباہی کے بعد قائم ہوگی اس غلط ذہنیت نے مسلمانوں کو رہبان صفت بنا دیا۔ وینڈارا اور وینادار کے مختلف گروہ بن گئے۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی گویا کہ فنا ہو گئی جس کی بدولت افلاس و نکبت۔ ذلت و رسوائی کا عذاب مسلط ہو گیا ہے۔ اور ساری قوم زمانہ نزول قرآن کے یہود و نصاریٰ کی طرح امروز کھو کر فردائے قیامت کی جھوٹی خوش فہمیوں میں مبتلا ہے۔ ذہنت باہنجار سید کہ اگر کوئی اس طرف متوجہ کرے تو وہ موجب استہزاء اور ہدف لعن طعن بن جاتا ہے۔ کافروں کو مومن بنانے والی قوم آج مومنوں کو کافر بنانے میں معروف ہے۔ لہذا قرآن کو ماننے والی قوم کے سامنے قرآنی آئینہ پیش

کیا جاتا ہے تاکہ اپنا عکس دیکھ کر اصلاح حال کی طرف متوجہ ہو سکے۔

اقوام گزشتہ کا جنت سے اخراج | فل (۱) پھر تم نے اون فرعونوں کو جنت و عیون یعنی باغوں اور چشموں

سے نکال دیا اور خزانہ و عزت والے مقام سے بھی دبے و نعل کر دیا، اور

ان چیزوں کا وارث موسیٰ کے ساتھی بنی اسرائیل کو کر دیا۔

(۲) حضرت ہود نے قوم عاد سے کہا، اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری

مدد چار پاؤں سے اولاد سے اور جنت و عیون یعنی باغوں اور چشموں سے

کی ہے۔ میں تمہیں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

(۳) حضرت صالح نے قوم ثمود سے کہا، اللہ سے ڈرو کیا تم ان جنت سے

وعیون یعنی باغوں اور چشموں کھیتوں اور کھجوروں میں امن میں چھوڑ دینے جاؤ

(۴) زمین میں پاس پاس قطعے اور جنت اعیان یعنی انگوروں کے

باغ کھیتی اور کھجوریں۔۔۔ ہیں۔ اس میں عقل سے کام لینے والی قوم

کے لئے نشانیاں ہیں۔ ان باغوں سے پھل کھائیں۔

(۵) ہم نے بادل سے برکت والا پانی اتارا۔ اوس کے ساتھ جنت یعنی

باغ اگائے اور کھیتی جو کافی جاتی ہے اور لمبی لمبی کھجوریں جنکا گابھاتا بہت ہے

(۶) سورہ ابراہیم کی آیات (۹، ۱۵) میں قوم نوح و عاد و ثمود کے ذکر

کے بعد آیت نمبر (۲۳) حسب ذیل ہے۔

۱۳۱ تا ۱۳۶ شعرا ۲۶
۲۵ تا ۲۸ خان ۲۲
۵۹ تا ۶۶ شعرا ۲۶

۱۳، اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت
آسمانوں اور زمین کے برابر ہے وہ تنقیہوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ جو اسودگی
اور سنگی میں خبیث کرتے ہیں اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں کی خطاؤں
سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

جنت و جہنم کے دروازے اور گروہ گروہ داخلہ | **فک (۱)** جو کا فر ہیں وہ جہنم
کی طرف گروہ گروہ بنا کر

مانکے جائینگے یہاں تک کہ جب جہنم کے پاس پہنچینگے تو اس کے دروازے کھول
دیئے جائینگے۔۔۔ تبکہ کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ اپنے رب
سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائینگے یہاں تک
کہ جب جنت کے پاس پہنچینگے تو اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے۔ اچھے
عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

(۲) (ابلیس کو جواب دیا گیا کہ) میرے بندوں پر تیرا کوئی غالبہ نہیں
سوائے اس کے جو جاہلوں میں سے تیری پیروی کرے اور یقیناً ان سب کے
وعدہ کی جگہ جہنم ہے اس کے ساتھ دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے
کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

نوٹ:۔ (سات دروازوں کی تشریح جمیل احمد خان صاحب کوکب

شاہجہانپوری نے اس طرح کی ہے کہ گناہ کرنے کے سات ذریعے ہیں۔ ان ساتوں

۱۵۔ حدیث ۵/۲۱ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰

ذریعوں سے عذاب کا احساس ہوگا (۱) قوت دیدہ کا ش اوں وقت کا نظارہ
منکرین اپنے ذہن میں لاسکس جب وہ عذاب دیکھینگے۔ (بقرہ ۱۶۵)
(۲) قوت سامعہ۔ ”جب وہ دوزخ کے سامنے اوس کی تیرا آواز اور چیخ
سنینگے۔ (فرقان ۲۵)

(۳) قوت شامہ و ذائقہ۔ ”وہ گندے اور میلے پانی پینے کو دے جائینگے
جن کو بد مزہ اور لو کے سبب سے وہ نکل نہیں سکیں گے۔ (ابراہیم ۱۷)
(۴) قوت لامعہ۔ ”اون کو بستر اور اوڑھنے بھی عذاب کے ہی مانینگے (اعراف ۱۷)
(۵) قوت حاستہ۔ ”گرمی اور سردی کا عذاب چکھو“ (ص ۳۸)
(۶) قوت فاعلیہ۔ ”اوسدن کچھ منہ ذلیل ہونگے۔ محنت کریں گے اور تھکیں گے
اور نتیجہ کچھ نہ نکلیں گے۔“ (غاشیہ ۸۸)

جنت اور جہنم میں رزق

اوس میں اون کا رزق صبح اور شام ملیگا۔ یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم نے
متقیوں کو بنایا (مریم ۱۹ تا ۶۳)
(۲) ”نیکو کار جنت میں خوش رہینگے۔ ان پر سونے کے طباق اور کوزے لے
پھرینگے اس میں وہ ہے جس کی دل آرزو رکھتے ہیں اور جس سے آنکھیں لذت
پاتی ہیں۔ یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث کئے گئے ہو، بہ سبب اوس کے جو تم
کرتے تھے۔“

۱۹ تا ۶۳ ص ۴۳
۶۹ تا ۷۲ ص ۴۳

(۳) اصحاب النار یعنی جہنمی لوگ جنت والوں کو پکارینگے کہ ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اللہ نے تم کو جو رزق دیا ہے اس سے کچھ دو۔ تو جنتی کہینگے اللہ نے ان چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔^{۱۱۱}
 ان آیات سے ظاہر ہے کہ اہل جنت کو عزت کی روٹی ملیگی اور اہل جہنم بے عزتی کی زندگی گزارینگے۔

سمجھو جو جو سے کام نہ لینے والے جہنمی ہیں |
 جنت - یقیناً ہم نے جنت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے

لئے چھوڑ رکھا ہے۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھ کا کام نہیں لیتے۔ ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے کا کام نہیں لیتے۔ وہ چار پایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی بے خبر ہیں۔^{۱۱۲}

جنت و جہنم کا تعلق دل سے بھی |
 ک (۱) اے اطمینان پانے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔

تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔^{۱۱۳}

(۲) "اللہ کی جلائی ہوئی آگ دلوں میں بھڑکتی ہے اور جیسے جیسے ستونوں میں انسان کو گھیر لیتی ہے۔"^{۱۱۴}

۱۱۲ اعراف ۱۵۱ ۱۱۳ فجر ۸۹ ۱۱۴ بقرہ ۱۰۴

جنتیوں اور دوزخیوں کی گفتگو

اٹ" اصحاب جنت نے اصحاب نار کو پکارا کہ بیشک ہمارے پروردگار نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اسے سچا پایا ہے۔ پھر کیا تم نے بھی وہ باتیں سچ پائیں جن کا تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ دوزخی جواب میں بولے۔ ہاں۔ تب ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا۔ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اعراف والے پکارینگے کچھ مردوں کو جن کے نشانوں سے پہچانتے ہونگے۔ کہینگے تم کو تمہاری جمعیت (یعنی تمہارے ساتھیوں) نے کوئی فائدہ نہ دیا اور نہ اوس نے کوئی فائدہ دیا جس کی تم بڑائی کرتے تھے۔ اور آگ والے جنت والوں کو پکارینگے کہ ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اسد نے جو کچھ تم کو رزق دیا ہے اوس میں سے دو (تو جنت والے کہینگے) اسد نے ان کو کافروں پر حرام کیا ہے۔" ﷻ

(۲) جس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ آج تمہارے لئے جنت کی خوشخبری ہے جن کے پیچھے نہر ایسی بہتی ہیں انہیں میں رہو گے یہی بھاری کامیابی ہے۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہینگے ہمارا انتظار کرو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے کو لوٹ جاؤ اور نور تلاش کرو۔ پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائیگی

ﷻ اعراف ﷻ

اوس کا ایک دروازہ ہوگا اوس کے اندر کی طرف رحمت ہے اور باہر کی جہت سے عذاب ہے۔ یہ انہیں پکارینگے کہ کیا تم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ کہینگے ہاں لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا۔ انتظار کرتے رہے اور شک میں پڑے رہے۔ اور تمہیں آرزوں نے دھوکے میں دکھایاں تاک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ اور بڑے دھوکہ باز نے تمہیں دھوکہ میں رکھا۔ سو آج تم سے قد یہ تمہیں لیا جائیگا اور نہ اون لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی تمہاری مددگار ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

(۳) ہر شخص اوس کے بدلے جو اوس نے کمایا ہے گرفتار ہوگا۔ سوائے دائیں ہاتھ والوں کے۔ وہ جنہوں میں سے ایک دوسرے سے سوال کریں گے حجروں کے بارے میں تمہیں کیا چیز سفر (یعنی دوزخ) میں لائی۔ کہینگے ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم باتیں کرنے والوں کے ساتھ ملکر باتیں کیا کرتے تھے۔ اور ہم جزا و سزا کے دن کو جھٹلانے تھے یہاں تک کہ ہمیں یقین نہ آلیا۔

(نوٹ) جنتی جنت میں ہونگے اور جہنمی جہنم میں ہوں گے پھر ان جنتوں اور جہنموں کی گفتگو کہاں ہوگی؟ جنت میں یا جہنم میں؟ یا دنیا کے انقلابات کے بعد دنیا ہی میں؟ یہ سوال اس نقطہ نظر سے غور طلب ہے کہ جنت و جہنم دو علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں یا ایک ہی مکانیت کے مختلف

ذکر ہے کیونکہ جہنم و جنت دونوں کے لئے یکساں فرمایا گیا ہے کہ "خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ" زمین و آسمان کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد جو نئی دنیا "خلق جدید" برائی جائیگی اس وقت کی جنت دوزخ کا حال اسٹی ہی بہتر جانے لگا "إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ" کا اطلاق وہاں بھی ہو گا کہ ہر چیز کا فنا ہونا ضروری ہے۔

جنت غیبیہ میں اور حقیقت محضی

اتل (۱) جنت عدن (یعنی ہمیشہ رہنے کے باغ) جن کا رحمن نے اپنے

بندوں سے وعدہ کیا ہے غیبیہ میں ہے۔

(۲) کوئی شخص اس سے نہیں جانتا جو آنکھوں کی راحت سے اون کے لئے چھپا کر رکھا گیا ہے اس کا بدلہ جو وہ عمل کرتے ہیں تو کیا وہ جو مومن ہے اس کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے۔ دونوں برابر نہیں۔ وہ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں اون کا ٹھکانا جنت (یعنی باغات) ہیں یہ اون کی تمنا ہی ہے بہ سبب اس کے جو وہ کرتے تھے۔

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریب ہے فردوس کی مانند

اچھے بڑے جنات کی تبدیلی

وال سبب کے لئے اون کی سکونت کی جگہ میں ایک نشان تھا۔ دائیں اور

بائیں دو جنتیں۔ یعنی دو باغ تھے اور ان سے کہا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اوس کا شکر کرو۔ رہنے کے لئے اچھا شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے۔ تو انہوں نے منہ پھیر لیا سو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا اور ان دو اچھے جنات کی جگہ دو اور جنات بدل دیئے جن میں تلخ میوے اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ یہ سزا ہم نے انہیں اس لئے دی کہ انہوں نے ناشکری کی۔ اور ہم ناشکر گزار کو ہی سزا دیتے ہیں۔^{۲۷}

یہاں بہت صاف ہے کہ جنات کے معنی دنیاوی باغات ہیں۔ جنات حاصل کس طرح ہوتے ہیں اس کے لئے آگے دیکھئے۔

جنت کی قیمت ^{۲۸} اے شک اللہ نے ایماندار لوگوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ تو ریت میں بھی اور انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی۔ اور یہ مسلم ہے کہ اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے۔ پس تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے اللہ سے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے، ^{۲۸}

(۲۷) کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں یوں ہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ

۲۷ ۵۲۸ ۳۴
۱۱۱ ۱۵۱۵

ابھی تمہیں اون لوگوں کی کسی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گزر چکے
 اور کو سختی اور دکھ پہنچے اور وہ سخت مصائب میں ڈالے گئے یہاں تک
 کہ رسول اور اون کے ساتھی مومنین بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔
 سنو اللہ کی نصرت قریب ہے۔ . . . تم پر جہاد کرنا فرض کیا گیا ہے اور
 وہ تم کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ
 تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی امر کو پسندیدہ سمجھو اور وہ
 تمہارے لئے باعث خرابی ہو۔ اس کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
 ان آیات سے ظاہر ہے کہ جنت صرف مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ہے۔
 ہاتھ پر ہاتھ دھرے قبضہ فرور اور فرشتہ صفت لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے
 سن آسانی ترک کرنا اور اعلائے کلمتہ اللہ کی جدوجہد میں گامزن ہونا نہایت
 ضروری ہے۔

عدل سے فاطر رستی کا اول سے دستور
 مسلم آئین ہوا کا اور تو ملے حور و قصور (اقبال)

جہنم کافروں کو محیط
 سوال (۱) اور اون میں سے وہ بھی جو کہتا ہے مجھے
 اجازت دیکھئے اور مجھے دکھ میں نہ ڈالئے۔
 (یعنی جہاد میں شریک ہونے سے موافق کیجئے) دیکھو دکھ میں تو یہ (اپنی بد اعمالی
 کی وجہ سے) پڑے گا۔ اور یقیناً جہنم کافروں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اگر تجھے

۲۹ بقرہ ۲ تا ۲۶
 آل عمران ۳
 ۳۹ توبہ ۹

بھلائی پہنچے انہیں بڑا سنگت ہے اور تجھے تکلیف پہنچے تو خوشیاں مناتے ہیں،
 (۲) اور تجھ سے عذاب کے لئے جلد ہی کر رہے ہیں۔ اور یقیناً جہنم کا فروں
 کو سب طرف سے گھیرا ہوا ہے جس دن عذاب او نہیں اون کے اور سے
 اور اون کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لیگا اور وہ کہیگا چھو جو تم غسل کرتے
 تھے۔

صاحبان عقل و ہوش کو غور کرنا چاہیے کہ دنیا والوں کو دکھ درد اور
 افلاس کی مصیبتوں کا گھیراؤ کیا ہے اور انہیں اس احاطہ عذاب سے
 چھٹکارا دلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے ہم پر کیا فرض عائد
 ہے؟ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

پیش آئین مکافات عمل سجدہ گزار زانکہ نیز ذمہ عمل دوزخ و اعراق و بہشت

جہنم کا ایندھن | (۱) حق سے پھرنے والے جہنم کا ایندھن ہیں۔۔۔
 اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتا ہے وہ اس سے
 سخت عذاب میں داخل کرتا ہے۔۔۔ ہاں جو کوئی اللہ اور اس کے رسول
 کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ابد تک رہیگا۔
 (۲) تم اور وہ چیزیں جن کی تم اللہ کے سوائے عبادت کرتے ہو جہنم
 کا ایندھن ہو تم اس میں داخل ہو گے۔

ذدوزخ و ر عظ کا فر گئے گفت
 ندانداں غلام احوال خود را
 کہ دوزخ از مقام دیگرے گفت (اقبال)

۳۱ عنکبوت ۲۹ ۳۲ ۴۲ ۳۳ انبیا ۲۱ - ۹۸
 ۵۵۵۴ ۱۵ تا ۳۳

تمام انبیاء و اولیاء و صلحا بیک زبان توحید کی تعلیم دیئے ہیں مگر خود غر من و
 و زر پرست لوگ اپنی بزرگوں کے نام کے سہارے توحید کے خلاف مشرکانہ
 عقائد بنا کر جنم کا ایندھن بنتے ہیں۔ معاین وحدت کے تفریق و تشتت پسند
 پیرو خود بھی بدنام ہوتے اور بزرگان دین کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ یہ غلط کار لوگ
 اچھے اچھے ناموں سے نسبت رکھنے کے باوجود عذاب الہی سے نجات نہیں سکتے۔
 اس لئے کہ خدا خدا ہے اور بندے بندے ہیں۔ بعض قومیں اپنے نبیوں
 کو خدا مانتی ہیں اور بعض قومیں اپنے ولیوں کو چھوٹے خدا یعنی خدا سے سفارش
 کر کے کام نکلانے والے مانتی ہیں۔ یہ ساری غیر اللہ پرستیاں خواہ ظاہری شکل
 میں ہوں یا حدود و مقرزہ سے متجاوز ذہنی و استہکی ہو۔ سب جنم کا ایندھن ہیں
 یعنی تکالیف و مصائب کی آگ اسی سے روشن ہوتی سمجھ سکتی اور قوموں کی
 عزت و آبرو کو بھسم کرتی جاتی ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں۔

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے : ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہئے

(بال جبریل)

آدم و حوا کی جنت ۱۵۔ ”ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت

یعنی باغ میں رہو اور اس میں سے تم دونوں جہاں سے چاہو با فراغت کھاؤ

(بقرہ ۲/۳۵)

اس آیت کے تحت تفسیر بیان القرآن جلد اول کے صفحہ (۴۸) پر ایک

تفصیلی نوٹ ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

”اس جنت سے مراد وہ بہشت نہیں ہے جس کا وعدہ اعمال صالحہ پر ہے

کیونکہ وہ جنت جو موت کے بعد حاصل ہوتی ہے اس سے انسان کبھی نکالا نہیں جاتا۔ اور اس سے آدم کو نکلنا پڑا۔ پس جنت دنیا کی زندگی کی جنت ہے اور مفسرین نے اسے مانا ہے۔ آیت مذکورہ میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ کے فوراً بعد یہ تہنیه بھی کر دی ہے کہ دیکھو تا فرمائی نہ کرنا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور سورہ طہ میں اس جنت کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ اس میں تمہارے لئے یہ حاصل ہے کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو، نہ تنگے رہو، اور نہ پیاسے رہو نہ دھوپ میں رہو۔ پس انسان کو نہ مینا میں جنت میں حاصل ہے کہ اللہ نے بھوک پیاس دور کرنے اور پیاس و مسکان حاصل کرنے کے سب سامان پیدا کر رکھے ہیں اور اپنے کام میں لانے کی طاقت و ولایت کر دی گئی ہے۔ کھانے پینے کے سب سامان موجود ہونے کے باوجود اگر اطمینان قلب نہ ہو تو اس سے کوئی راحت نہیں پہنچ سکتی اور ظاہر ہے کہ روحانی سکون یا اطمینان قلب اس وقت تک رہتا ہے جب تک انسان بدی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اس لئے حکم ہوتا ہے کہ ہم نے تم کو فطراناً جنت دیدی ہے اب تم خود اس کو ضائع نہ کر دینا۔ سورہ طہ میں ہے کہ ”جو شخص میرے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اس کے لئے تنگی کی روزی ہے۔“ جس سے مراد اسی سکون روحانی کا جاتے رہنا ہے۔“

سلف صالحین کی رائے

۱۲۴ رسالہ طلوع اسلام کراچی ماہ جولائی ۱۹۵۶ء

میں بعنوان ”آدم کا فردوس بریں“ ایک طویل مضمون

۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸

بحوالہ مفتاح دار السعادت جلد دوم مطبوعہ از ہر بک ڈیو مشران
 ہوا ہے جس میں آدم کی جنت کو جنت النخل نہونے کے (۲۰) قرآنی دلائل دینے
 کے بعد سلف صالحین کی آراء پیش کی گئی ہیں۔ اوں کا اقتباس پیش ہے
 (۱) اسلام کا بڑا امام سفیان ابن عیینہ تابعی آیت لا تجوع نہما
 ولا تفری (طہ ۲۱) کی تفسیر میں کہتا ہے کہ جس جنت کی یہ خاصیت
 بتائی گئی ہے وہ جنت ارضی تھی۔

(۲) مشہور علامہ ابن قینبہ معارف میں لکھتا ہے کہ آدم جس جنت
 سے نکالے گئے تھے وہ عدن کے مشرق میں تھی۔

(۳) مشہور صحابی ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ اہبطوا متصا
 کھبط کی تفسیر یہ ہے کہ زمین پر اتر ایسے وہاں کی سیاحت کی مقیم ہوا۔
 (۴) مشہور امام و مجتہد وہب بن منبہ ذکر کرتا ہے کہ آدم زمین میں پیدا
 ہوئے۔ اسی میں رہے۔ اور اسی میں ان کے لئے الفردوس بنائی گئی جو عدن میں تھی
 (۵) مسلمانوں کے بڑے امام ابو حنیفہ کوفی سے منذر بن سعید اپنی کتاب
 میں روایت کرتا ہے کہ وہ جنت النخل کو نہیں مانتے تھے۔

(۶) مشہور فاضل امام ابو مسلم اصفہانی (جس کے پایہ کا مفسر نہیں گزرا)
 اپنی تفسیر میں دلائل سے خلد کا انکار کیا ہے۔

(۷) امام راعب نے لکھا ہے کہ تفسیر میں جنت آدم کے متعلق مختلف
 اقوال ہیں متکلمین کہتے ہیں کہ اعد نے آدم کے امتحان کے لئے ایک بستان
 تیار کیا تھا اور وہ جنت الماویٰ نہیں تھا

(۸) حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ اس قسم کا اتفاق نہ صحابہ سے ثابت ہے نہ تابعین و تبع تابعین سے اور نہ ہی حضور صلعم سے یہ ثابت ہوا کہ آدم اور صحابہ جنت النخل میں تھے جو متفقین کے لئے تیار کی جائے گی۔ ان کا مشورہ یہ ہے کہ ان دلائل کی موجودگی میں کسی پر طعن و تشنیع کرنا بالکل نامناسب ہے۔ ایسا کرنے سے مرقا کی شفا نہیں ہوتی۔

احادیث میں جنت کا نقشہ

کتاب تخرید الاحادیث میں
نبی اکرم صلعم کی ذات گرامی سے منسوب

جنت کے متعلق جو روایات نقل کی گئی ہیں ان سے بھی جنت کی حقیقت سمجھنے میں کافی روشنی ملتی ہے لہذا وہ روایات جو الہ صفحہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت کے تین لاکھ داخل جنت کرے گا ص ۶۔ (۲) جنت گناہگاروں کے لئے جلال نہیں ہے ص ۴۳۔

(۳) انسان کی جنت اس کا گھر ہے ص ۱۴۔ (۴) جنت میں حرام خور جسم داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۵) جنت میں خوش اخلاق لوگ داخل ہونگے ص ۴۲۔

(۶) جنت میں سکارا اور خائن داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۷) دیوث (یعنی بے غیرت شخص) جنت میں داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۸) والدین کا نافرمان اور

ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۹) جنگی والا جنت میں داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۱۰) صلہ رحم کو قطع کرنے والا جنت میں داخل

نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۱۱) کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور مومن دوزخ میں داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔ (۱۲) جنت میں رحم کرنے والے کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا ص ۴۲۔

- (۱۵) جنت میں فریبی اور نجیل اور احسان جملانے والا داخل ہوگا ^{ص ۲۳}
- (۱۶) جنت میں والدین کا نافرمان اور احسان جملانے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا داخل ہوگا ^{ص ۲۳}۔ (۱۷) جنت میں بوڑھی عورت داخل ہوگی ^{ص ۲۳}۔ (۱۸) جنت میں وہ گوشت و داخل ہوگا جو حرام سے پیدا ہوا ہو ^{ص ۲۳}
- (۱۹) جنت میں وہ شخص داخل ہوگا جس نے اپنی رشتہ دار محرمہ سے زنا کیا ہو ^{ص ۲۳}۔ (۲۰) جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل ہوگا ^{ص ۲۳}۔ (۲۱) جس کا کوئی پیشہ و نہو وہ جنت میں داخل ہوگا ^{ص ۲۳}
- (۲۲) جس کی تکلیف سے ہمسایہ امن میں ہو وہ داخل جنت ہوگا ^{ص ۲۳}۔
- (۲۳) جنت میں زانیہ کا ولد داخل ہوگا ^{ص ۲۳}۔ (۲۴) جنت میں زانیہ کا ولد زنا اور نہ اوس کا ولد اور نہ اوس کے ولد کا داخل ہوگا ^{ص ۲۳}
- (۲۵) ولد زنا جنت میں داخل ہوگا اور نہ اوس کی نسل میں سے کوئی سائے پشت تک داخل ہوگا ^{ص ۲۳}۔ (۲۶) اقرار کرنے والا جنت میں داخل ہوگا ^{ص ۲۳}
- (۲۷) جس نے اپنی محرمہ سے زنا کیا وہ جنت میں داخل ہوگا ^{ص ۲۳}۔
- (۲۸) مسخری کرنے والا مومن اور دیوث (بے غیرت) جنت میں داخل ہونگے ^{ص ۲۳}
- غور فرمائے کہ نبی اکرم صلعم نے جاہل اور اجد عربوں کو بدی سے بچانے کے لئے کس شدت سے ڈرایا ہے اور تاریخ میں پڑھے کہ اوس زمانہ کا ہر گھر کس طرح جنت کا نمونہ بن گیا تھا۔ ان نذارتوں کے ساتھ حضور صلعم کی بشارتیں بھی دیکھ لیجئے۔
- چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر جنت کی بشارتیں۔ (۱) اسلام کی حدیث میں ہے کہ

جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور وضو کے بعد یہ کلمات کہتا ہے کہ
 "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" تو ایسے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے
 جاتے ہیں۔

(۲) ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے حضرت بلالؓ سے دریافت
 کیا کہ تم کیا عمل کرتے ہو؟ میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز جنت میں سنی کہ تم
 مجھ سے بھی آگے آگے چل رہے ہو۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ دو کام میرے معمول ہیں
 ہیں۔ جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں
 تو دو رکعتیں نفل ادا کر لیا کرتا ہوں۔

(۳) مسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص مؤذن کے جواب میں اذان کے الفاظ
 دہراتا ہے لیکن جی علی الصلوة ادریجی علی الافلاح کے جواب میں لا حول
 ولا قوۃ الا باللہ۔ کہتا ہے تو یہ شخص جنت میں جائیگا۔

(۴) طبرانی کی روایت ہے کہ حضور صلعمؐ نے فرمایا کہ تم چلتے رہتے ہو یعنی
 آگ کے کام کرتے رہتے ہو لیکن جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ تم کو
 ٹھنڈا کر دیتی ہے یعنی دوزخ سے دور کر دیتی ہے۔ پھر ظہر تک وہی کام کرتے
 ہو لیکن ظہر کی نماز تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ پھر عصر تک وہی کام کرتے ہو لیکن
 عصر کی نماز تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی نماز میں اپنے درمیانی
 اوقات کے گناہوں کو مٹا کر تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔ جب تم سو رہتے ہو تو تم پر کوئی
 گناہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ نیند سے جاگو۔

(۵) ترمذی کی حدیث میں ہے کہ چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز یا جماعت ادا کرنے والا دوزخ اور نفاق دونوں سے بری کر دیا جاتا ہے۔
(۶) مسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص علاوہ فرض کے دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھے اوس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔

(۷) ترمذی کی روایت ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت نفل پڑھنے والے کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔

(۸) ابو داؤد میں ہے کہ ظہر کے فرضوں سے پہلے جو شخص چار رکعتیں پڑھے اوس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

(۹) نسائی کی حدیث ہے کہ جس نے صبح اور مغرب کی نماز کے بعد سات مرتبہ اللّٰهُمَّ اجِرْنِي مِنَ النَّاسِ (یا اللہ مجھے دوزخ سے بچات دے) پڑھ لیا تو دن اور رات میں کسی وقت پر مر جائے وہ جنت میں جائیگا۔

(۱۰) ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والا اگر دوسری نماز کے وقت سے پہلے مر جائے تو جنت میں جائیگا۔

(۱۱) ابو داؤد کی حدیث ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ شہید کو اپنے خویش واقارب میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کا حق دیا جائیگا۔

(۱۲) نسائی میں ہے کہ ایک شخص کی وفات مدینہ منورہ میں واقع ہوئی حضور صلعم نے اوس کے جنازے کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر یہ غیر وطن میں مرتا۔ کسی نے عرض کیا حضور! سفر میں مرنے سے کیا فائدہ؟ حضور نے فرمایا کہ جو شخص سفر میں مرتا ہے تو موت کی جگہ سے لیکر اوس کے وطن تک کی مسافت

کے برابر جنت میں جگہ دیکھتی ہے۔

(۱۳) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مر گئے۔ خدا تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(۱۴) سنن امام احمد میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے صرف ایک بچے کی وفات پر بھی جنت کی بشارت دی ہے حتیٰ کہ استقاط حمل پر بھی (۱۵) بخاری میں یہ حدیث ہے کہ ایک زانیہ عورت نے دیکھا کہ ایک کتیا پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ اس نے اپنا لوزہ نکالا اور دو پٹے سے باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر اسے پلا دیا۔ اس پر اللہ نے اسے جنت میں بھیج دیا۔

(۱۶) مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضور نے ایک شخص کو قتل ہوا اللہ احد پر ڈھتے ہوئے سن کر فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہوگی۔

(۱۷) بخاری میں ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی آنکھیں لے لیتا ہے تو اسے

اس کے بدلے میں جنت دیدیتا ہے۔

(۱۸) بیہقی کی روایت ہے کہ ایک دن حضور و عطا فرما رہے تھے۔ ایک

شخص و عطا میں رونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے پاس بیٹھنے والے بھی سب بخش دیئے گئے خواہ اون کے گناہ مثل پہاڑ کے بھی کیوں ہوں۔

(۱۹) مسلم میں ہے کہ اگر کسی میت کی نماز میں چالیس آدمی شریک ہو جائیں

تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔

(۲۰) ابوداؤد میں ہے کہ جس میت پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھتی ہیں

اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔

موازنہ قرآن و حدیث

۱۹۔ ناظرین کرام کے غور و فکر کے لئے
قرآن کریم کے احکام اور احادیث شریف

کی روایات نقل کر دی گئی ہیں۔ قرآن بلفظ محفوظ اور قابل اعتماد ہے
اور احادیث میں راویوں کے مختلف الفاظ ملتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ
روایات بلفظ محفوظ نہیں ہیں اور اس کا بھی کوئی پتہ نہیں ملتا کہ نزول
آیت سے پہلے کی کونسی احادیث ہیں اور بعد کی کونسی۔ نیز یہ بھی قابل لحاظ ہے
کہ اس میں حدیث شریف اِھْرَنا اَنْ نُّکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عَقُوْلِهِمْ کا
کتنا حصہ ہے اور سب سے اہم یہ ہے کہ خود حامل قرآن صلعم نے بھی قرآن
ہی کو سند گرداننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ :-

”میرے بعد تمہارے سامنے حدیثیں بکثرت آئیں گی لہذا میری جو حدیث
تمہارے سامنے روایت کی جائے او سے قرآن کے سامنے پیش کرو۔ پھر جو اس
کے مطابق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے رد کر دو۔“
لطف کی بات یہ ہے کہ یہ فرمان نبوی ”مسند احمد“ اور اصول کافی
دونوں جگہ ہے یعنی نسبی و شیعہ دونوں کی متفق علیہ ہے۔ اور اس سے
زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حدیث علامہ تفتازانی کے عہد تک صحیح
بخاری میں موجود تھی جسے انہوں نے توضیح تلخیص میں بحوالہ صحیح بخاری نقل
فرمایا ہے لیکن پانچویں صدی سے اب تک کے مشہور اول نسخوں میں یہ روایت
کبھی درج نہ ہو سکی۔ البتہ بعض قلمی نسخوں میں یہ روایت موجود ہے۔
اب اندازہ کیجئے کہ قرآن کریم تو جنت کی قیمت جان و مال کی قربانی

قرآن دیتا ہے اور اللہ کا وعدہ جنت اون لوگوں سے ہے جو قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کرتا ہے کہ یہ بات توراہ، انجیل اور قرآن میں یکساں بتلائی گئی ہے۔ اور روایات میں دیکھے کہ میدان جنگ میں جانکاہ شہقتیں برداشت کئے بغیر گھریٹھے کس آسانی سے جنت مل جاتی ہے۔ جنت جب راہبانہ زندگی سے مل سکتی ہے تو پھر مجاہدانہ زندگی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ افسوس کہ کام چور پیشوا یا ان قوم نے اپنی تن آسانی کو نبہتے اور تن پروری کو فروغ دینے کے لئے قوم کو جہنم کے کنارے پہنچا دیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے صحیح کہا ہے

یہ امت نہ روایات میں کھو گئی

حقیقت خرافات میں کھو گئی

حضرت علامہ مشرقی جو علوم قدیم و جدید کے بہت بڑے ماہر تھے جنہوں نے اپنی معرکتہ الارا کتاب "تذکرہ" میں اسلام وغیر اسلام کی حقیقت و اشکاف کر کے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا اپنی ایک دوسری کتاب "مزلیطہ مشرقی" میں تخریف اسلام کے عنوان سے (د) اشعار پر مشتمل ایک فارسی نظم لکھی ہے اوس میں کے صرف (۱۰) شعر غرور و عبرت کیلئے درج کئے جاتے ہیں۔

تقدیر میں جنیں ست بگفتا چنان کنند	گفتم بہ مسلم ایں چہ ترا ختمہ جان کنند
نشیدہ شہان برعبیت چنان کنند	گفتم خدائے ظلم ندار و روا بگفت
رخندانہ سلام چنان کش زجا کنند	کہ خلقے دہند بدشنام و بازگ

گفتم زچیت آ یہ وحشی یغیروا

گفتم کہ موینے نہ اعلون چون نہ

گفتم کہ شرط خلد جہاد است گفتم بود

بنیاد دین ماہمہ بہ قول ثابت است

گفتم بہ کافراں چه دید ملک بہ حساب

مایاں گدائے گوشہ نشینیم و بیخروش

آن نقد کہ می بفروشند دست غیر

اے مشرقی معاملہ صورتہ چو اس گرفت

گفت این سخن شعور نہ پس نکتہ داں کنند

گفت این زماں بہ مسجد ما مومناں کنند

منسوخ شد و لے ظلمار ہیں بیاں کنند

گر لا ایلہ الا گفتم کسے در جہاں کنند

گفتا بہ روز مشرف و داریشاں زیاں کنند

اسلامیاں حکومت ارض جہاں کنند

زاں پس نظر بہ نسیمہ نور و جہاں کنند

اسلامیاں چه ذکر غم اپن و اوں کنند

اے اللہ میری اس محنت کو قبول فرما اور قرآن پر ایمان رکھنے

والی قوم کو قرآن کی انسانیت نواز تسلیم کیجئے اھا وس پر

عمل کر کے جنات الارض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما تاکہ یہ منکرین قرآن

کو صراط مستقیم پہ چلانے کے قابل ہو جائیں اور موجودہ دنیا امن و سلامتی

کا گہوارہ بن جائے اور پھر نبوت بعد الموت کے خلاق جدید کی جنتی زندگی

سے لطف اندوز ہونے کے مستحق قرار پائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

بعث بعد الموت کے دو مفہوم

بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کی دو حیثیتیں ہیں۔
 اللہ کے کلام قرآن مجید میں اس کی دو نون حیثیتوں کو صاف صاف لفظوں
 میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ”دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا بدلہ
 پانے کے لئے قیامت میں دوبارہ اٹھایا جانا“ (۱/۱۱) اور دوسری
 یہ کہ ”قوموں پر مردہ پن طاری ہونے کے بعد پھر بیداری پیدا ہو کہ
 مردہ قوم کا زندہ ہو جانا“ (۲/۵۶) قوموں کی موت قانون قدرت کے
 خلاف عمل کرنے پر وارد ہوتی ہے اور حیات قانون کی اتباع پر منحصر
 ہے۔ قوموں کا زوال و عروج قانون قدرت کے مقررہ قاعدہ کے تحت
 ہر زمانہ میں نمایاں ہوتا رہتا ہے۔

آج کی نشست میں سورہ نحل کے پانچویں رکوع کی مندرجہ آیت
 نمبر ۴۸، لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ یَّمُوتُ۔ کی حقیقت معلوم کرنا ہے کہ
 اس کا تعلق شق اول سے ہے یا شق دوم سے؟

صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں بالعموم یہ دشواری حائل رہتی ہے کہ پیغمبروں کے

۱۰ مضمون ہذا جلسہ حلقہ فکر قرآنی منعقدہ بمکان جناب محمد علی صاحب

عباسی معتمدینانس مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۷۶ء میں سنایا ہوا ہے۔

کے زمانہ اور اون کے قریبی زمانہ کے کا ذکر و احکام و اعمال پر مدور وقت کے بعد تن آسانی کے پر دے پڑنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے دور انحطاط میں ”بکار و خوشبو شیار“ لوگ دیگر غضب ر سیدہ قوموں کی دیکھا دیکھی تعلیم رسالت پر غلط تعبیر کا خوشنام غلاف چڑھا کر مذہب کے نام سے عوام الناس کا استحصال شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب ایک مرتبہ کسی غلط مفہوم اور غلط عمل کا رواج ہو گیا تو وہ مذہبی سند بن جاتا ہے۔ اور اس تحریف معنوی کا غلاف ہٹانا بڑا دشوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی معلوم ہو گا کہ مذکورہ آیت کا مفہوم کیا تھا اور کیا ہو گیا ہے۔ پہلے آیت کا ترجمہ دیکھ لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ :-

”یہ (تعلیم رسالت سے روگردانی کرنے والے) لوگ زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب تراجم و تفاسیر میں بالعموم یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ :- ”مگر لوگ قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے“ حالانکہ نہ یہاں قیامت کا لفظ ہے اور نہ ربط کلام سے یہ منشاء نکلتا ہے۔ قیامت میں اٹھائے جانے کی دوسری بہت سی آیات موجود ہیں اور وہ بھی ایک علمی حقیقت ہے جس پر ایمان ضروری ہے مگر یہ آیت اس کا محل نہیں ہے اس کا صحیح محل دوسرا پہلو ہے جو مشاہداتی حقیقت ہے۔ اس کو سمجھنے اور عمل کرنے سے مردہ قومیں زندہ ہوا کرتی ہیں۔ رسولوں کے بعثت کی واحد غرض یہی ہے کہ مردہ قوم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر زندہ کیا جائے جو قوم پیغمبر کی

شفاعت کو قبول کر لیتی ہے وہ بام عروج پر پہنچ جاتی اور حیات دوام حاصل کرتی ہے اور اس کی زندگی جنتی زندگی ہوتی ہے۔ اور جو قوم قولاً منکر اور عملاً مکذِب ہوتی ہے وہ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر کر سیاسی و معاشی عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے اور اس کی زندگی جہنمی زندگی ہوتی ہے اب آپ پورے رکوع کا ترجمہ دیکھئے اور غور فرمائے کہ گمراہی میں مبتلا غالب قوم کے کا قرآنہ زعم باطل کو کس طرح رد کیا گیا ہے۔

”مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ہم اور ہمارے آبا و اجداد اللہ کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ کوئی چیز حرام ٹھہرا لیتے۔ (آرہ سول) جو لوگ ان سے پہلے گمراہے ہیں وہ بھی ایسی ہی ہٹ دھرمی کیا کرتے تھے۔ پس پیغمبروں کے ذمے اس کے سوا کیا ہے کہ پیغام حق صاف صاف پہنچادیں۔ اوزیہ واقعہ ہے کہ ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں تاکہ اللہ کی عبادت یعنی اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اور شیطان کی چالوں سے بچتے رہیں۔ اون میں بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور بعض پر گمراہی ثابت ہو گئی۔ (اور وہ گمراہ لوگ عذاب الہی میں گرفتار ہوئے) پس تم ملکوں کی سیر کرو اور دیکھو تکذیب کرنے والی

۱۰۔ شفاعت دنیا میں ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ قیامت سے اس کا

تعلق نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون ”شفاعت کی حقیقت“

قوموں کا کیسا بڑا انجام ہوا۔ اے رسول آپ کو ان لوگوں کے راہ راستہ پر آنے کی بہت تمنا ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کرتا جو خود گمراہ ہو جاتا اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ یہ نافرمان بردار لوگ زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اوس کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ آپ ان سے

۱۔ اس سفر حقیقی سے مراد تا زمانوں کا قبریں کھول کر اون پر ہوتا ہوا عذاب دیکھنا نہیں ہے بلکہ اون کی نسل پر اظلاس و تنگدستی اور احساس کسرتی کا جو عذاب مسلط ہے اوس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا اور اپنے حالات کو سنوارنا مقصود ہے۔

۲۔ یہ آیت قیامت میں مردے اٹھائے جانے سے متعلق نہیں ہے بلکہ مردہ قوموں کو دنیا میں پھر زندگی ملنے کے انکار سے متعلق ہے۔

یعنی گمراہی میں مبتلا غالب قوم کے افراد اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اون کے زمانہ کی بیجا نندہ قوم جو غلامی کی خوگر ہو جاتی ہے اوس کا حیات تازہ لیکر اٹھ کھڑا ہونا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر اپنی گمراہی میں مست رہتے ہیں اور اصلاح حالات کے ترقیب کا مذاق اڑاتے ہیں۔ خدا جانے ہمارے مفسرین کو اس بات پر غور کرنے کی کیوں توفیق نہیں ہوتی کہ جو لوگ خدا کو مانتے اور خدا کی قسمیں کھاتے ہیں وہ تو پر حال مرنے کے بعد کی زندگی کے یقیناً قائل ہوتے ہیں۔ خدا کو ماننا اور مرنے کے بعد کیا دوبارہ زندگی سے انکار کرنا اون سے ممکن ہی نہیں (باقی صفحہ آئندہ)

کہہ دیجئے کہ اس وعدہ الہی یعنی مردہ قوموں کو زندگی بخشنے کا وقت پر ظہور پذیر ہونا یقینی ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے (وہ ہو کر رہے گا) تاکہ یہ لوگ جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں ان کے روبرو اس کا اظہار ہو جائے اور نافرمان لوگ یقین کر لیں کہ واقعی جھوٹے تھے۔ اس کے بعد اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ۔

”ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ تو ہو جا پس وہ چیز (بتدریج) ظہور میں آ جاتی ہے (نحل ۶۱ تا ۶۵)“

یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ اس پسماندہ قوم کو بلند کیا جائے تو ہم نے اس کے لئے بنی مسجوت کیا جو ان لوگوں کے بلند ہونے کی تربیت کرتا ہے۔ مردہ قوموں کو زندگی بخشنا ہمارے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ان کی سر بلندی کا عمل ہمارے قانون تدریج کے مطابق مختلف مدارج طے کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ نافرمان لوگ عنقریب جان لیگے کہ فرمانبرداروں کی نصرت کس طرح کی جاتی ہے اور نافرمانی کا انجام کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس سے اگلی آیت ۶۱ میں دنیوی تغیرات کی صاف لفظوں میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ فرمانبرداروں کو دنیا میں بھی خوشحالیاں نصیب ہوں گی (اور آخرت میں بھی) اور

(بقیہ ماشیہ صفحہ گزشتہ) بلکہ خدا کی قسم کھا کر دوبارہ زندگی سے انکار کرنا قطعاً زندہ درگور لوگوں کی حیات تازہ سے متعلق ہے اور جس کا لفظ بہ لفظ ثبوت آیت ۲ سے ملتا ہے جو آگے آرہی ہے اور جس کا عنوان ہے ”علاجی کی موت سے نجات والی زندگی۔“

آخرت کا اجر تو موجودہ خوشحالی سے بدرجہا بہتر ہے“

بعث بعد الموت کے اس مفہوم کی تائید میں متعدد مقامات پر واضح آیات موجود ہیں بنظر اختصار صرف ایک مقام پیش کیا جاتا ہے تاکہ کسی کے دل میں کوئی دوسوہ باقی نہ رہے اور قرآن خوانی کے وقت ہر مقام پر انشراح ہوتا جائے

غلامی کی موت سے نجات والی زندگی

اور جب تم لوگوں نے یوں کہا تھا کہ ایسے موسیٰ! ہم تمہاری بات کبھی نہ مانیں گے

جب تک کہ اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو ہولناک آواز نے آیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد اٹھایا (شَرُّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ) (یعنی تمہاری مردہ ضمیری دور کر کے غلامی سے نجات پانے کے راستہ پر ڈال دیا) تاکہ تم شکر گزار بنیں۔ اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس نر بنجین اور بیڑیں (مَنْ وَسَلْوَى) (بقرہ ۵۵ تا ۵۸)

مذکورہ بالا واقعہ نزول قرآن سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے وقت حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے لوگ موجود نہیں تھے لیکن مخاطبت لفظ تم سے ہے۔ یعنی تم بنی اسرائیل جو اس وقت موجود تھے خالق کو سمجھتے نہ تھے اور رسولی وقت حضرت موسیٰؑ کا انکار کرتے تھے گویا تم مر چکے تھے مگر جب ہولناک آواز کا عذاب دیکھا تو امت موسوی میں داخل ہوئے۔ اور اس طرح ضمیر کی موت کے بعد زندہ ہوئے تھے۔ یہ تمہارے اسلاف تھے۔ اب تم بھی میری رسالت کے ساتھ وہی منکرانہ رویہ اختیار کر رہے ہو۔ اس زمانہ کی انکاری روش بھی غلط تھی اور آج کے انکاری حرکات بھی

غلط ہیں۔ یہی حرکات عذاب الہی کا سبب بنتے ہیں۔ پس ٹھنڈے دلہ سے
غور کر کے میری رسالت کو مان لو۔ یہ نقشہ آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل کا ہے۔
عرب کی ظالم اور اچھڑ قوم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تفہیم کو ٹھیکر پار کا بھونٹ
اور بے مثال کامیابی حاصل کی۔

مرکے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا کام
گر چہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ احد
(اقبال)

ماضی بعید و ماضی قریب کے واقعات سے واقف ہونے کے بعد حالات
حاضرہ کا جائزہ لیجئے کہ ہمارے قلوب میں موجود پستی سے دوبارہ اٹھائے
جانے کا تڑپ زندہ ہے یا ہمارے ضمیر پر مدنی امر عوبیت اور مایوسی کے بادل
پھائے ہوئے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں ایسے رسول کی امت میں پیدا کیا جو دنیا کی تمام قوموں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔ کریم ہے اور رؤف و رحیم ہے۔ تقریباً چودہ سو سال سے آج تک ہر قوم و ملت کے نیک طینت افراد کی کافی شہادت موجود ہے کہ آپ کی رحمت مرتبہ و اخلاق کریمانہ نے عوب جیسے بے آب و گیاہ ملک کے جاہل و اُتھ باشندوں میں انسانیت کی کیسی روح پھونکی تھی کہ قاتلوں نے حفاظت جان کا کام انجام دیا۔ بدکاروں نے تحفظ عصمت و عفت کا ٹھیکہ لیا۔ چوروں نے اس کا درجہ پایا۔ ڈاکوؤں اور رہنروں نے رہنمائی اور بہری سیکھی اور سکھائی۔ نشہ باز و ہوشوں کے ہوش ٹھکانے لگے۔ انکی کجھ میں آگیا کہ انسان مخلوق است عالم کا اشرف ترین جزو ہے۔ بعد از خدا بزرگ ہے۔ اس کا اپنے سے کتر مخلوق کے سامنے سجدہ ریز ہونا انسانیت کی توہین ہے۔ اگر اس کو مزید رفعت و بلندی مطلوب ہو تو اس کو اپنے خالق کے آگے جھکنا اور اپنی بندگی کا ثبوت دیکر اپنے مرتبہ کو اور بڑھانا ہے۔ اس سیدھی سادی بات کے تسلیم کرنے میں جہاں عرب کو خواہ مخواہ ٹھہرا گیا۔ اور جان کے دشمن ہو گئے مگر آپ نے اپنے عزم اصلاح عقائد و اعمال میں کوئی فرق آنے نہ دیا۔ سارے مصائب جھیلے رہے۔ اور حق بات بر ملا سنانے لہے۔ اور شان رحمت کا یہ عالم تھا کہ غیر جانبدار تو غیر جانبدار مخالفین کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن سلوک رہا۔ اس بلندی کردار کا اثر بھی چھوٹا

ملہ سنہ ۱۹۵۱ء میں طبع ہوا ہے۔ اور بار دوم سالہ دیندار ماہ اکتوبر میں شائع ہوا۔ یہ بار سوم ہے۔

کہ غنائین کے وصلے پت ہو گئے۔ اب ان کی سمجھ میں آنے لگا کہ ایک ایسا شخص جس کے میرے پاؤں باپ کا سایہ بھی نہیں اور افراد قوم بھی ساتھ نہیں دیتے بغیر کسی منفعت و لالچ کے ساری مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیوں کر رہا ہے۔ اور ہم سے کسی اجرت و معاوضہ کا طلبگار بھی نہیں۔ اس کا یہ نعرہ کہ "محبوب و صرف ایک ہے اور سب انسان ایک ہی امت ہیں۔ آپس کی تفریق غیر فطری ہے میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم سب لوگ آپس میں اچھے رہو۔ خوشحال رہو۔ ایک دوسرے کے بھائی بنے رہو۔ خدا کے عملاً محبوب بند بن کر خدا کی زمین پر عزت و آبرو سے رہو۔ اور جو لوگ ظلم و زیادتی کی زندگی سے امن عالم کھلے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کو روکنے کی طاقت پیدا کرو۔ ان ظالموں سے کسی قسم کا خوف کے بغیر نیک بنو۔ اور نیک بناؤ۔ آج خدا مجھے بھج کر تم سے یہ کام لینا چاہتا ہے۔ تم بھی بلا کسی لالچ کے صرف خدا کی رضا کے لئے وقف ہو جاؤ۔ جانکاہی کا اجر مجھے بھی اور تمہیں بھی خدا سے ملے گا۔ اور ایسا ملے گا کہ ساری دنیا حیران رہ جائے گی۔ کیونکہ خزانہ عالم کی کنجیاں خالق کائنات ہی کے قبضہ میں ہیں، یہ بلند نعرہ کئی سال تک عمل کی کسوٹی پر کس کر دیکھا گیا۔ جب امتحان کی ہر بھیڑ میں کھڑا ثابت ہوا تو لوگ جوق در جوق لبیک کہنے لگے اور پورا نقشہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا بدلا کہ سب ایک رنگ میں رنگے گئے۔ آج چودہ سو سال کی طویل مدت گزرنے کے بعد بھی اس جدید عمارت کے نقش و نگار کافی موجود ہیں۔ اور ہر ایک کو صحیح فکر و عمل کا درس دے رہے ہیں۔ وہ رسول پاک صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے رحمت تھا۔ اور اس کا پیغام توحید کا تھا۔ انسانی برادری کے منقسمہ صاف ستھرے اجزاء کو سمیٹ کر تسبیح کی مانند ایک رشتہ

اخوت میں پروتے کا تھا۔ ایک منکے کو امام اور باقی تمام منکوں کو مقتدی و مطیع بنا کر رکھنے
 کا تھا۔ وہ نیکیوں کو نیکی کے عمدہ انجام کی بشارت دینے اور بدوں کو بدکاری کے بُرے
 انجام سے ڈرانے آیا تھا۔ اور اپنی زندگی کے بے پناہ عمل سے دونوں نتائج دکھا گیا۔ دنیا
 کی جو قوم آج اس راز کو سمجھ رہی ہے اور رحمت کے اس پیغام پر چل رہی ہے۔ وہی قوم
 خزانہ غیبِ مالا مال ہو رہی ہے۔ اور جو غفلت میں پڑی ہوئی جھوٹی امیدوں میں منت
 ہے وہ ذلت نصیب ہے در یوزہ گری کر رہی ہے۔ مختار مطلق سے لینا نہیں چاہتی۔
 غیر حجاز کے آگے ہاتھ پھیلا رہی ہے۔ اس لئے کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہاتھ پیلے کچھ نہیں
 آتا۔ اس رسول اُمّی نے تمام رسولوں کا اُسوہِ حسنہ بتایا۔ سب کو ایک ہی منزل کے
 راہرو کہا۔ سب کی تعلیم کی یکسانیت ظاہر کی۔ سب کا مقصد ایک ہونا ظاہر کر کے
 تفریق و تشدد کی گمراہی کو ظاہر کیا۔ اپنی خدا پرستی اور نیک عملی کے روشن چراغ سے
 سب بجھے ہوئے اور ٹٹماتے ہوئے چراغوں کو ایسا روشن و مسور کیا کہ جگمگاتے تارے
 بن گئے۔ اور کائنات کے بڑے حصے کے رہنما بنے مگر یہ سب اس دورِ سعید کی یادگار ہے
 جب آپ جسدِ عنصری سے دنیا میں موجود تھے۔ یا ان کا تعلیمی جسد (مجموعہ تعلیمات) صحتِ
 تھا۔ آج کیا ہے ہمارا خود غرضیوں اور نفس پرستیوں نے اس جسدِ مبارک کو اعدا
 کر دیا ہے۔ فرقہ واریت کی لعنت میں بری طرح گرفتار ہیں۔ نافرمانیوں کے باوجود
 اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (۷: ۱۳) کا اہلیسی کلمہ ورد زبان ہے عسلی ان یکو نو اخیرا مِنْهُمْ
 شاید کہ وہ (دوسری قوم) ان سے بہتر ہو، (۱۱: ۱۹) کی الہی تعلیم بھول گئے۔ تھوڑے دن
 جہنم میں جا کر پھر جنت میں داخل ہونے کی یہودیت شباب پر ہے۔ (۲: ۱۱) دوسروں
 سے نظرِ شاگردی کو مقرب بارگاہِ سمجھنے کی نصرت پر پورے جوش سے

کار فرما ہے پھر قوموں کے یہ وہ زمین امراض ہیں جو ابتدا سے چلے آرہے ہیں۔ رسول پاک نے بیک جنبش زبان اس سے شفاء کئی بخشی تھی مگر آہ آج اسی رسول کی امت اپنی خرافات میں مبتلا ہے۔ جس میں زمانہ رسالت کے کفار و مشرکین مبتلا تھے۔ وہ تو پھر غیبت تھے کہ صحیح فکر و عمل سنکر حالات کی اصلاح کر لئے تھے۔ آج تو کسی کے کان پر جوں نہیں رہتی قرآن پڑھتے ہیں تو صرف اہل کتاب و مشرکین عرب کو برا کہنے کے لئے رسول و صحابہ کو پڑھتے ہیں تو صرف اپنے کو ان میں شامل کر کے خوشیاں منانے کے لئے قرآن کے منشاء اور بزرگوں کے اعمال میں تطابق پیدا کرنے کی کوئی فکر نہیں کی جاتی۔ قرآن کی تعلیم دنیا کی تمام قوموں کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ رب العالمین کا کلام ہے۔ اور رسول کا طرز زندگی دنیا کی تمام قوموں کے لئے نمونہ ہے۔ کیونکہ وہ رحمت للعالمین ہیں۔ دوسرے الفاظ میں شفیع امت ہی نہیں شفیع الاعم ہیں۔ دنیا کے جو افراد و اقوام قرآن کے مندرجہ مخلمات الہیہ کے جس حد تک پابند ہیں۔ دین الہی کی اصولی زندگی میں جس حد تک رسول پاک کی اتباع ہو رہی ہے۔ انبیاء کرام کی پاکیزہ زندگیوں سے جو لوگ سبق لیکر اپنے حالات کو درست کر رہے ہیں۔ وہی لوگ خدا کے غیر مرنی تر شوقوں کی امداد سے فلاح پار رہے ہیں۔ اغیار کے حاکمانہ دباؤ سے نجات میں ہیں۔ اور مقام خلافت پر لفظاً نہیں عملاً فائز ہیں۔ کاش آج کا مسلمان غور کرے کہ رحمت عالم کی رحمت اور رب العالمین کی ربوبیت آج سے چودہ سو سال قبل کدھر کار فرما تھی۔ اور آج کدھر کار فرما ہے۔ ربوبیت و رحمت کا فیضان کام و کسب سے متعلق ہے یا نام و نسب ہے؟ یہ کیوں ہے کہ دنیا کبھی مسلمان کو آیہ رحمت سمجھ کر حلقہ بگوش ہوتی تھی۔ اور آج اس کے وجود کو باعثِ رحمت سمجھ کر کان پکڑ کر

دھکے دیر ہی ہے؟ کیا اس کا واحد سبب صرف یہی نہیں ہے کہ رسول نے تو کثرت کو وحدت میں تبدیل کیا تھا اور ہم وحدت کو توڑ کر کثرت میں تبدیل کر رہے ہیں۔ انھوں نے مختلف عبادت گاہوں کے پرستاروں کو ایک مسجد میں جمع کیا تھا۔ اور ہم ایک مسجد کے ساحلوں کو متعدد مساجد میں منتشر کر چکے ہیں۔ انھوں نے مختلف و متعدد اُمرا کی اطاعت سے چھڑا کر ایک امیر کی اطاعت کا پابند بنایا تھا۔ اور ہم گھر گھر امارت بانٹ کر تن آسانی کی نیند سو رہے ہیں۔ مگر وہ اپنے ہی تصورات اور اپنے ہی اصطلاحات میں مست ہے۔ یہ صاف بتلانے کے باوجود کہ خدا کا دست شفقت صرف جماعت کے سر پر ہوتا ہے۔ ہم جماعت نہیں بنتے۔ اور یہ واضح کر دینے کے بعد کہ تفرقہ آرائی سے اُنہیں برباد ہو جاتی ہیں۔ ہم فرقہ بندی سے نکلنا نہیں چاہتے۔ پھر یہ کونسی عقل مندی ہے کہ ہم تو خدا کی پسند کا کام نہ کریں مگر خدا سے یہ توقع رکھیں کہ وہ ہماری مرضی کا تابع ہو جائے۔ مسلمان یاد رکھیں کہ خدا کو کام پسند ہے۔ نام پسند نہیں۔ دنیا کے تمام بنیوں اور امتوں سے کام لیکر اجرت دیا ہے۔ نام سے کسی کے راضی نہیں رہا۔ کام چھوڑتے ہی انعامات کو زیر و زبر کر دیا۔ انعام یافتوں کو انعام کبھی دیا۔ پس اگر آج کی ذلت و رسوائی سے نجات پانا چاہتے ہو تو اٹھو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے زندگی بھر کے عمل کو پیش نظر رکھ کر نیکی کرنے اور نیکی پھیلانے کے لئے کمر بستہ باندھ لو اور یقین رکھو کہ خدا کے غضب پر خدا کی شفقت بچانے والی ہے ہم جیسے ہی اللہ کی طرف رجوع ہونگے۔ فوراً ہی اللہ کے فرشتے ہماری امداد و شکر گزار بنائیں گے اور انشاء اللہ ہم بہت جلد فائز المرام ہونگے۔ دنیا کی قوموں میں معزز و مکرم ہونگے اور دنیا بھر میں رحمت للعلمین کی صحیح امت اور آئیہ رحمت سمجھنے پر مجبور ہونگی۔ اور اپنے کو ہماری آغوش میں دیکر فریاد کرے گا اگر ہم اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اسوہ رسول سے روگردانی ہی کرتے رہے تو ہمارا یہ زبانی فخر کہ ہم رحمت للعلمین کی امت ہیں کبھی بھی کارآمد نہ ہو سکے گا۔ اب بھی وقت سے کمر ہم آدم کی دھاریں جو کہ اپنے میں خستیت پیدا کریں اور اپنے حالات کی اصلاح کر کے فائز المرام ہوں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّنَا لَعَذَابٌ غَلِيظٌ كَمَا نُوذَّرُ فِيهَا وَلَقَدْ نَزَّلْنَا سُلُوفًا مِّنَ السَّمَاءِ مَطَرًا

دین اسلام

اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

قرآن میں ارشاد ہے کہ ”اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے“ سوال یہ ہے کہ اسلام کیا ہے؟ اس کا ماننا کیوں ضروری ہے؟ اور نہ ماننے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟ اس خصوص میں میرے غور و فکر کا نتیجہ یہ ہے کہ:- اطاعت و فرمانبرداری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طبعی اور ایک اختیاری۔ طبعی کا تعلق انسان کے سوا دیگر تمام مخلوقات عالم سے ہے۔ قرآن گواہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب کی سب خدا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کئے اپنی اپنی ڈیوٹی پوری کر رہی ہیں۔ کسی سے سرتابی و سرکشی ہو نہیں سکتی کہ اللہ نے انہیں صاحب اختیار و ارادہ بنایا نہیں؟ اسی لئے ان میں کوئی کافر بھی نہیں ہوتا۔ اسلام و کفر کا تعلق ذات انسان سے ہے۔ جسے اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے صاحب اختیار و ارادہ بنا کر کہا کہ تم احسن تقویم ہو۔ کثیر مخلوقات عالم پر فضیلت رکھتے ہو۔ تمہاری سرشت میں خور و تقویٰ یعنی بُرے اور بھلے کی پہچان و دبیت کر دی گئی ہے اور اس داغی ہدایت کے علاوہ خارجی ہدایات بھی پیغمبروں کے ذریعہ دی گئیں۔ قرآن کریم میں واضح کیا گیا کہ خدا نے بھلے اور بُرے دونوں راستے کھول دیئے ہیں جو چاہے اطاعت کرے اور جس کا جی چاہے نافرمانی کرے جو صحیح راستے پر چلے گا خوشحالی پائے گا اور جو غلط راستے

لے سفون مذاجلہ فکرت قرآنی منقذہ ۳۱ اپریل بمکان مجیویم ضاایدویٹ (حال پٹنہ سرکری حکومت) پڑھایا تھا۔

اختیار کرے گا۔ ان اعتبارات سے انسان کی دو قسمیں
 ہوئیں یا تو یہ مسلم ہو گا یا کافر ہو گا۔ یعنی نیک ہو گا یا بد ہو گا۔ اگر نیک ہو گا
 تو اس کے کئی درجے ہیں مثلاً صالح - شہید - صدیق - نبی - رسول - اور اگر بد ہو گا
 تو اس کے بھی کئی درجے ہیں مثلاً مفسد، فاسق، ظالم، غدر، کافر۔ فرقہ
 بند مشرک۔ ان دونوں قسموں کا تعلق خاندانی اور نسلی ہرگز نہیں ہے۔ اس
 کا دار و مدار انسان کے ذاتی اعمال و افعال پر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ
 نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اللہ کے جتنے نام یعنی جتنی صفات
 ہیں سب اچھے ہی اچھے ہیں۔ اس لحاظ سے انسان کی پیدائش احسن تقویم یعنی
 عمدہ استعداد والی ہے ایک حدیث میں اس کی وضاحت ملتی ہے کہ
 انسان کا ہر ذرہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اس کو فرقہ بند کم سمجھ
 متعصب لوگ فرقہ پرست بنا لیتے ہیں۔ انسانی گروہ میں فرقہ بندی خدا کی
 پیدا کردہ نہیں بلکہ خود متعصب انسانوں کی پیداوار ہے۔ اور دین اسلام
 مذہب فطرت اور عین انسانیت کا نام ہے جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اس
 وقت سے موجود ہے یہ زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہے۔ اس کے مجازات بد
 گئے مگر حقیقت جوں کی توں رہی یہ اس طریق زندگی کا نام ہے جس میں
 سلامت روی، امن پسندی، رواداری، ہمدردی، بخواری، احسن سلوک
 خدمت خلق، خودداری پستی سے بلندی کی طرف اٹھان، ہدایت سے روحانیت کی طرف
 عروج اور ساری انسانی برادری کو تعصب کی نجاست سے پاک کر کے صرف ایک
 خدا کے نام پر جمع کرنا اور فرقہ واری فسادات کو فنا کر کے بھائی بھائی بنانا شامل

از آرم تا آندم جن بزرگہ مستیوں نے انسانی متعصبانہ اختلافات کو مٹا کر آپس میں
 محبت و بھائی چارہ پیدا کرایا اور اس روحانیت کے زور پر دولت کے گریبوں
 میں گری ہوئی اقوام کو آسمان عزت و شوکت پر پہنچایا۔ سب مسلمان تھے۔ چاہے
 اون کے نام عربی انداز کے رہے ہوں یا غیر عربی عبرانی و سریانی وغیرہ اور چاہے اون
 کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور چاہے وہ اللہ کا مفہوم لفظ رحمن سے یا
 اور کسی لفظ سے ادا کرتے رہے ہوں۔ مجاز کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی مثلاً ہم
 جس کو عربی میں سلامتی کہتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں پیس اور ہندی میں شانتی
 کہتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیرات ہیں۔ یقیناً دنیا میں نزول
 قرآن سے پہلے جتنے غیر عربی دواں پیغمبر آئے ہیں وہ لفظ اسلام و مسلم سے نا آشنا
 تھے۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے کہا گیا ہے کہ **هُوَ مَسْمُومٌ اٰرَبِيٌّ**
 ۲۳/۴۸ "اور انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا" چونکہ ان کی زبان عربی نہیں تھی اس
 لئے "اور انہوں نے اپنی زبان میں اس کا ہم معنی مترادف لفظ استعمال کیا ہوگا
 جس کا ترجمہ عربی میں پیش کیا گیا۔ بنی اسرائیل میں اللہ کا مفہوم لفظ **یہودا**
 ادا کیا جاتا تھا اور اس وقت اللہ کے فرمان بردار ہونے کے مفہوم میں بہترین لفظ
 یہودی سمجھا گیا اور وہی استعمال کیا گیا۔
 اور عیسائیوں کو نصاریٰ اس لئے کہا گیا کہ وہ اللہ کی نصرت کرنے والے
 یعنی اللہ کے احکام کی تبلیغ کرنے کے عملی مددگار تھے۔ اور ہندوستان میں اللہ
 کا مفہوم برہما سے ادا کیا جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے انہیں برہمن یعنی برہما کے
 فرمان بردار کہا گیا۔ ان سب کی حقیقت ایک ہی نظر آتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم کے

نیک لوگ اپنے لئے اپنی زبان کا بہترین لفظ چن لیتے اور اللہ اپنے کلام میں
اوسى کو استعمال کرتا مثلاً اگر قرآن ہندوستان میں نازل ہوتا اور اوس کی
زبان سنسکرت ہوتی تو یقیناً اس میں لفظ اسلام کہیں نہ ملتا بلکہ اس کا مترادف
دوسرا لفظ ہوتا پس انسانوں کو نزاع لفظی کا شکار نہ ہونا چاہیے۔ خدا کی پسندیدگی
کا تعلق نام و نسب سے نہیں۔ کام و کسب ہے۔ ہم اس حقیقت کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ
قرن اول میں جتنے کافر و مشرک مسلمان ہوئے وہ سب اوسى نام کے رہے جو زمانہ
کفر و مشرک میں استعمال کئے جاتے تھے۔ درآنحالیکہ اون ناموں کے کافر و مشرک لوگ
بکثرت موجود تھے۔ اوس وقت کافر و مسلم ہونے کا امتیاز ناموں سے نہیں بلکہ اون
کے اعمال سے کیا جاتا تھا کہ مفسد کون ہے اور مومن کون، فسادى حرکات کرنوالے
کافر کہلاتے تھے اور امن پسند زندگی بسر کرنے والے مومن کہلاتے تھے۔ اس کا معیار
نسل و نسب۔ خاندان و قبیلہ ہرگز نہ تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کی مختلف جماعتیں
اپنے اپنے نصب العین کے لحاظ سے کانگریسی۔ سوشلسٹ کمیونسٹ وغیرہ کہلاتی ہیں
جن میں ہر قسم کے نام والے موجود ہوتے ہیں۔ قرن اول میں اسلامى جماعت بھی اسی
نصب العینى حیثیت سے اللہ کے احکام کی پابند جماعت تھی جو اس میں شریک ہو جاتا
مسلم کہلاتا اور جو اس کا انکار ہی ہوتا وہ کافر کہلاتا۔ جب انسان کی عملی حیثیت
کی حقیقت پر عقائد کا پردہ پڑ گیا تو مذاہب گزشتہ کی طرح دین اسلام کا حلیہ
بھی گم ہو گیا اور اس قدر بگڑا کہ آج روادارانہ بیبل جوں کو غیر از اسلام کہا جانے
لگا۔ بائبل قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جو آج بھی بین الاقوامی میل ملاپ کا پیغمبرانہ
کام کر رہے ہیں۔

حسابِ الہی

آیت مندرجہ بالا میں لفظ اسلام لفظ کفر کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ ”اہل کتاب نے دیکھیں دین اسلام دیا گیا تھا، علم آجانے کے بعد آپس کی صدا اور ہٹ دھرمی سے اختلاف کیا اور جو کوئی اللہ کی آیات کا کفر (یعنی احکام کی نافرمانی) کرتا ہے تو اللہ جلد حساب لینے والا ہے“ اب یہ غور طلب ہے کہ ”جلد لیا جانے والا حساب کیا ہے“۔

اگر ربط کلام کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ سوال بھی آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے ذرا پہلے آیت میں آل فرعون کی تکذیب آیات یعنی اون کی نافرمانیوں کی وجہ سے خدا کی گرفت میں آجانے اور سخت سزا کے مستوجب ہونے کا ذکر کر کے آیت میں صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ ”جن لوگوں نے کفر کیا یعنی نافرمانی کی انہیں کہہ دو کہ تم جلد مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کر کے چلائے جاؤ گے“۔ حساب لینے کا تذکرہ اسی سلسلے کی کر دی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی نافرمانی کرنے والوں سے جلد جلد حساب کر کے اپنی بخشا ہوئی عزت و آزادی کو سلب کر لیتا اور اپنے محبوب بندوں کی غلامی کرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

اسی غلامی کو سورہ ابراہیم کی آیات ۵۵ و ۶۰ میں قوم بنی اسرائیل کو تور سے نکال کر ظلمات میں داخل کرنا اور حضرت موسیٰ کو آل فرعون کے عذاب سے نجات دلانے پر مامور کرنا کہا گیا ہے۔ واقعی یہ انسان کی کتنی بڑی بد قسمتی ہے کہ بلا شرف المخلوق انسان خدا کی عطا کردہ امانت کا غلط استعمال کر کے خدا کی محبوب بندگی سے محروم اور اپنے ہی جیسے بندوں کی ڈالی ہوئی تکمیل سے ہاتھ کاٹا جائے اور جانوروں کی طرح ذلیل و پست زندگی گزارے۔

نور و ظلمت

اسی غلامی کو سورہ ابراہیم کی آیات ۵۵ و ۶۰ میں قوم بنی اسرائیل کو تور سے نکال کر ظلمات میں داخل کرنا اور حضرت موسیٰ کو آل فرعون کے عذاب سے نجات دلانے پر مامور کرنا کہا گیا ہے۔ واقعی یہ انسان کی کتنی بڑی بد قسمتی ہے کہ بلا شرف المخلوق انسان خدا کی عطا کردہ امانت کا غلط استعمال کر کے خدا کی محبوب بندگی سے محروم اور اپنے ہی جیسے بندوں کی ڈالی ہوئی تکمیل سے ہاتھ کاٹا جائے اور جانوروں کی طرح ذلیل و پست زندگی گزارے۔

۶- ”بہدار لوگوں کے عبرت کی جائے“

گزشتہ جلسہ میں اس سے پہلے کے رکوع کی تلاوت میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کلام الہی، دین و شریعت کی دو قسم

دین و شریعت

پر مشتمل ہوتی ہے۔ دین کی حیثیت جان کی اور شریعت کی حیثیت جسم کی ہوتی ہے۔

تمام انبیاء کرام (جو اقامت دین کے لئے تشریف لائے تھے) اور ان کے

حقیقی متبعین دین اللہ پر قائم رہنے کی وجہ سے (اختلاف شریعت کے باوجود)

سب مسلم تھے۔ روح مذہب کی پابندی کرنے والے مسلم پر جسم شریعت (جس کی

خاصیت ہی تغیر پذیر ہے) کے مختلف ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ انبیاء

کرام کا طریقہ کار اقوام عالم کو مسلمات اقوام عالم کی دعوت دینا تھا کہ ”اؤ

جو بات ہم میں اور تم میں یکساں مانی ہوئی ہے اس پر عمل کر کے ایک اور نیک

ہو جائیں اور دونوں جہان کی خوشحالیاں حاصل کریں“۔ ان نبیوں کے

دین کا طریقہ اختلاف شریعت میں الجھنا بہرگز نہ تھا۔ وہ مومنین رسول اللہ

علیہ السلام رسول اللہ، محمد رسول اللہ کی لفظی گروہ بندی کی طرف نہیں بلاتے تھے

بلکہ اللہ کے امن پسند و ترقی پذیر احکام کی تعمیل کی طرف بلاتے تھے جب تک

ان کی نیکی و کارانہ تنظیم باقی رہی اور اس وقت تک یہ بلا و اصد فی صد حق بجانب

تھا۔ نیکی کی تنظیم ٹوٹ کر سیاسی تنظیم بن جانے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف

گروہ بندی، تعصب ہوتا ہے اور انا خیر منہ کے مناظرے۔ جو نہ کسی کو

کام آئے نہ آسکے ہیں۔

مقصود خدا۔ قرآن گواہ ہے کہ مختلف زبانوں میں مختلف مقامات پر مختلف

اوام پر قوانین فطرت کی تشہیر ہوئی۔ انبیائے کرام ایک ہی زمانے میں مختلف مقامات پر بھی رہے اور ایک ہی مقام پر بیک وقت دو دو تین تین فکر بھی نبوت کئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقصود خداوندی قوانین فطرت کی پابندی کرانا ہے نہ کہ شرع و مہاج کے فروعی مسائل میں الجھائے رکھنا۔ جہاں تک حد، امانت، امانت، نجات، عدالت، شجاعت و مرکزیت وغیرہ اصول سلامتی کا تعلق ہے اور جس کے عمدہ نتائج مقدمہ میں مشاہد ہیں۔ آج بھی ہر قوم اور ہر مذہب کی کتابوں میں یکساں طور پر موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب اسلامی ہیں چاہے کسی زبان میں ادا کئے جائیں۔ ان مستقل اقدار پر جو قوم عمل کرے گی اس کے مقررہ ثمرات سے یقیناً مالا مال ہوگی۔ اور دنیا کے بچھار لوگ اس عبرت حاصل کرتے ہیں گے۔

ہدایت الہی | اس آیت کے متصل آیت مابعد میں یہ ہے کہ — ”جو لوگ

اپنی توجہ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیں یعنی مسلم ہو جائیں تو یقیناً انہوں نے ہدایت پالی یعنی انہیں ترقی کرنے کا صحیح راستہ مل گیا۔ اب دیکھئے ہدایت کہاں کہاں ملتی ہے اس کے متعلق قرآن میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ — ہمیں نے توریت اتاری اور میں ہدایت اور نور ہے۔ ”^{۲۴} ہم نے عیسیٰ کو انجیل دی اور میں ہدایت اور نور ہے۔ ”^{۲۵} دو قرآن بھی لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ ”^{۲۶}

دیکھئے کس طرح تمام الہامی کتابوں کو ہم پلہ رکھا گیا ہے۔ اسی لئے مسلمان ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ”سب کتابوں پر ایمان لائیں“ یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ بعض کتابوں کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں ”یا ایک کتاب کسی حصے کو مانیں اور کسی حصے کو نہ مانیں“ اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں ”اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ ماننے کا رزق بافیذا قرار اور عملی انکار ہو۔“

یہ تو صریح نفاق ہے اور منافق مومن نہیں ہوتا۔ چاہے وہ اپنے کو مومن ہی سمجھتا رہے
غرض جتنی الہامی کتابیں دنیا میں موجود ہیں سب میں ظلم و زیادتی سے باز رہتے اور
محبت و اخوت سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم لیکیاں موجود ہے اور اسلام اسی نیک
کرداری کا نام ہے جو ازلی وابدی ہے۔ دنیا کے تمام اچھے اور بُرے نتائج اسی
کار و عمل ہیں۔

جو کما ہے گا وہی تو پائے گا۔ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔

غیر اسلام | اسلام قانون خدا کی پیروی ہے اور پیروی نہ کرنا یعنی زبانی
اقرار اور عملی انکار، غیر اسلام ہے۔ اسی سورہ مبارک میں
ذرا آگے چل کر صاف اعلان ہے کہ "وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ
يُقْبَلَ مِنْهُ شَيْءٌ"

جو کوئی بھی اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا وہ قبول نہ ہوگا۔ یہاں
قبولیت و عدم قبولیت کا مفہوم زیر غور آتا ہے۔ قرآن میں اس کی بھی کافی وضاحت
موجود ہے۔

دلیل قبولیت | قرآن مجید بانگِ دہل کہتا ہے کہ "اللہ والی جماعت ہے غالب
رہتا ہے" ۵ کیونکہ اللہ نے ایمانداروں کی مدد کرنا اور

ان کو غیر ایمانداروں کی غلامی سے نجات دینا اپنے اوپر فرض کر لیا
ہے۔ ۱۰۳ اور زمین کے واپس آتے اللہ کے نیک بندے ہی ہوا کرتے
ہیں۔ ۱۰۴ یہ امور قبولیت اعمال کی دلیل ہیں۔

دلیل عدم قبولیت | اور عدم قبولیت یہ ہے کہ اعمال ضبط کر دیئے جائیں۔

دین اسلام
 محنت رائیگاں جائے اور ہلاکت کی منزل میں ڈھکیل دیئے جائیں۔ ارشاد ہے کہ اللہ کافروں کو
 مومنوں پر ہرگز ہرگز غلبہ نہیں دیتا ہے اور اللہ کے احکام کے خلاف فسق و فجور میں مبتلا رہنے والوں
 اور ظلم و زیادتی کرنے والوں ہی کو ہلاک یعنی مغلوب کیا کرتا ہے۔ $\frac{۲۶}{۳۵}$ و $\frac{۶}{۴۴}$ یہ امور خدا کی ناراضگی
 کی دلیل اور غضب الہی کی علامات ہیں۔

حرف آخر سچا ایمان سچے عمل کا ضامن ہے اور سچا عمل اچھے نتائج کا پابند ہے۔ اسی طرح غلط
 ایمان بُرے عمل کا پیش خیمہ ہے اور برا عمل رسوائی اور افلاس کا موجب ہے۔ ہمارے سارے
 اسلاف اچھے تھے کہ وہ ایمان و عمل میں سچے تھے اور ہم اس لئے خراب ہیں کہ ان کے جیسے
 ایمان و عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ اسلاف پسندی جا کہ اسلاف پرستی آگئی۔ جھوٹی آرزو میں منزل
 پر نہیں پہنچاتیں۔ جو کچھ سابقہ امتوں کے ساتھ ہوا اب بھی وہی ہو رہا ہے $\frac{۴}{۱۳۳}$ محترم عامر عثمانی
 نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ ذوقِ اطاعتِ خالی عقیدتِ عقیدت نہیں صرف بازی گری ہے

عمل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے

اگر آنکھوں پر سے نسل و نسب کے تعصب کی پٹی ہٹائی جائے تو قرآن کریم میں دنیا کی ہر قوم کے پرانے
 کے لئے عبرت کا کافی سامان موجود ہے کہ اسلام کو سمجھیں اور ہر وقت مسلم بنے رہیں۔ خدا کی
 طرف سے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ جو لوگ عبرت حاصل کر کے اپنے حالات کو سنواریں گے
 وہ حال و مستقبل میں خوشحال زندگی گزاریں گے ورنہ زمانہ نزول قرآن کے یہودیوں کی طرح ذلیل و خوار
 بہائم کی طرح رہیں گے اور آخرت کے انعامات سے بھی انہیں کوئی حصہ نہ ملیگا۔

خداوند ہمیں اسلام پر قائم رکھ، اسلام کی نعمتوں سے مالا مال کر اور اسلام

پر خاتمہ فرما۔ آمین۔

آخرت کے تین مفہوم

زندگی ماضی۔ حال اور مستقبل کی ایک زنجیر ہے۔ انسان پہلے کوئی قابل لحاظ شے نہ تھا۔ بتدریج عقل و شعور میں اضافہ ہوتا گیا اور موجودہ حالت پر پہنچا۔ مستقبل میں اس سے بڑھ کر مزید کچھ اور ہونے کی تیاری میں مصروف نظر آتا ہے۔ ماضی کا تجربہ بتلاتا ہے کہ ہزار ہا ٹھوکریں کھا کھا کر خشکی کے منازل طے کیا۔ تری میں پہنچا تو ہزار ہا غوطے کھا کھا کر اوس پر عبور حاصل کیا۔ اب فضا میں گھوم رہا اور ہزار ہا قلابازیاں کھا رہا ہے۔ خدایا ہنتر جانتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا۔ مگر اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ارتقا پذیر زندگی اپنا مظاہرہ کئے جا رہی ہے۔ موجودہ حالت سے بہر کیف اعلیٰ منزل پر فائز ہوگا۔ طے منازل کا آخری مقام کیا ہوگا وہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ بقول مولانا رومؒ:

”آنجہ اندر وہم ناند آن شوم“

انسان کو بتدریج رفیع الدرجات بنانے کے لئے ہر واسطے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے جنہوں نے ستم رسیدہ اور لپت کردہ اقوام کو اخلاقی اصول کے پابند اور تخلیقی اعمال کے خوگر بنا کر مغلوبیت کی خوفزدگی اور مقہوریت کی رنجیدگی کے جہنم سے نکالا۔ آسمانِ عزت اور توقیر سے بلند، سکونِ قلب کی جنت میں پہنچایا۔ اور دیدارِ رب کی جستجو میں لگایا۔ اس طرح تو میں بقدر طرف ہمہ جہتی ترقی میں گامزن رہیں جس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور انسان کی آخرت روز بروز سنورقی جا رہی ہے۔ اقبال کہتے ہیں

جس میں نہ تو انقلاب آتا ہے وہ زندگی بہ روح اہم کی حیات کشمکش انقلاب

قرآن میں آخرت اور عاقبت کے الفاظ مستقبل کے مفہوم میں آئے ہیں۔ اس کا استعمال بالعموم لفظ دنیا کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کے معنی ہیں قریب یا مفادِ عاجلہ، فوری فائدہ۔ اور اس کا مطلب تحفیری پہلو سے یہ ہے کہ ایسی زندگی حال جو خست و ظلم و بے راہ روی کی ہو۔ بقول رومیؒ

”چھیت دنیا از حد اغافل بدن

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن“

آخرت کے تین مفہوم | (۱) آخرت شخصی مستقبل قریب۔ مرنے سے

پہلے کا انجام جیسے وہ افراد جو بدکاری چھوڑ کر

نیکی کار ہو جائیں۔ اور ان کی آخری زندگی سنور جاتی اور دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ بن جاتی ہے۔ اور اگر جہلائی ترک کر کے بدکاری میں مبتلا رہیں

تو تکالیف میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی صرف اعتقادِ دینی تصور اتنی چیز نہیں ہے بلکہ نمایاں حقیقت ہر زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ مرنے

سے پہلے اچھے کاموں کی آخرت اچھی ہوتی ہے اور برے کاموں کی آخرت بری۔

سعدی کہتے ہیں۔ در پس ہر گریہ آخر خندہ است۔ خرد آخیزیں مبارک بندہ البت

(۲) آخرت قومی و نسلی مستقبل بعید۔ یعنی اعمال انسانی کا انجام بھی عامل کی

زندگی میں رونما نہیں بھی ہوتا ہے بلکہ تاخیر سے یعنی آئندہ نسلوں کے آگے آتا

ہے اور اس کا سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے۔ پہلوں کے عمدہ کار ناموں سے

بعد والے مدتوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور پہلوں کی غلط کاریوں کا عذاب

بعد والوں کو عرصہ دراز تک بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ بھی مشاہداتی چیز ہے۔ ہر شخص کو اس کا علم ولیقین ہوتا ہے۔ چنانچہ آئندہ نسلوں کے لئے جائیدادیں چھوڑ جانے کا عمل اسکا ثبوت ہے۔

(۳) آخرت خلق جدید۔ یعنی بعید ترین مستقبل۔ جسے کہہ ارض کے تباہ و برباد ہو جانے کے بعد جب خلق جدید والی دوسری زندگی ہوگی۔ اس زندگی میں بھی اچھے اور بُرے کاموں کا جو گوشہ ساتھ ہو گا اس کے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔ حسب صراحت بالا آخرت کے تین درجے ہیں مگر ہمارے مذہب لٹریچر میں جہاں آخرت کے الفاظ آئے وہاں بالعموم صرف ایک ہی آخری معنی (یعنی مرکزی اٹھنے کے بعد کی زندگی) مراد لئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے انبیائی تعلیمات کی دنیا سنوار اسپرٹ۔ کارکرد و ذہنیت پیمانہ نواز نہیں ہوتی۔ دنیا میں ہونے والے نتائج پر کما حقہ نظر نہ رہنے سے آئندہ دیکھا جائیگا کہ تصور میں اعضاء عمل مضاعف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مذہب اور مذہب کے میان کرد و عقائد، سست رفتار اعمال کو ہمیز کرنے کے لئے ہوتے ہیں غرض پہلے دو معانی کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اصلاح معاشرہ کے اچھے کاموں کو زیادہ رواج دینے اور خرابی معاشرہ کے بُرے کاموں سے بہ شدت روکنے کا جذبہ مدہم پڑ جاتا ہے۔ گویا امر معروف نہی منکر کا حکم عملاً متروک ہو کر ہر شخص نفسی نفسی میں لگ جاتا ہے چنانچہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے اجتماعی اعمال (جن کے ذریعہ افراد ملت کو ایک ایسی میں باندھ رکھا گیا اور فلاح و بہبود کے منازل طے کر کے گئے تھے) وہ سب انفرادی ہو گئے۔ اور ان کا ثواب

صرف قیامت کے بعد والی زندگی کے لئے مستحق ہو گیا ہے۔ نتیجتاً آج
 ملت ابراہیمی کا شیرازہ اس بڑی طرح بکھرا ہوا ہے کہ **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ**
 کوئی کسی کا ہمدرد و غمگسار نظر نہیں آتا۔ کوئی کسی کے ساتھ تعاون کر کے اسکی
 مصیبت دور کرنے کی طرف قدم نہیں اٹھاتا۔ بلکہ الٹا ہر فرد دوسرے کا استحصال
 کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ پوری قوم پر مڑنی چھانی ہوئی ہے۔ جیتنے میں مگر
 زندہ درگور کی حالت ہے اپنا مذہب بھی گوارا مضبوط ہونے سے ہر طرف سے خوف
 و حزن کے عالم میں گزارتے ہیں۔ خدا کے بن کر خدا سے لینے اور دوسروں کو دینے کی
 بجائے غیروں کے دست نگر بلکہ دشمنوں کے رحم و کرم کے محتاج ہیں۔ اور نہیں
 پیچھے پیچھے بڑا بھلا کہتے بد دعائیں دیتے ہیں مگر سامنا ہوتے ہی منہ کو قفل لگ
 جاتے۔ الٹی خوشامدیں کرتے اور اون کی مدد کے طلبگار رہتے ہیں۔ ایسے عمل
 چور چھوٹی آنہ زبوں میں مست رہنے والوں کو اور ان کا مزاج و ایمان کوئی نفع نہیں
 دیتا۔ ریحل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے (دعا عثمانی)
 بلکہ اون پر زندگی حال ہی میں۔ خدا کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ قرآن ایسی زندگی
 کو لعنتی زندگی کہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جنکی زندگی ماندھوں کی طرح بھسکاری زندگی
 اور نہیں مرنے کے بعد کی زندگی میں کیا ملے گا؟ قرآن کہتا ہے
 کہ جو لوگ خدا کو بھول کر زندگی گزارتے ہیں۔ قیامت میں بھی
 اسی طرح بد حال زندگی گزارینگے۔ وہاں نہ کسی کی سفارش
 چلے گی نہ رشوت دیکھا سکے گی۔ اور نہ کوئی مدد کرنے والا
 ہوگا۔ اوس وقت صرف ”وَالْقَهَّارُ“ خدا کی

حکومت ہوگی اور ہر ایک حق میں انصاف سے فیصلے کئے جائیں گے۔ اس تمہید کے بعد مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور کر کے اطمینان حاصل کیجئے اور آخرت سزا و اعمال پر گامزن ہو جائے۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے

جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے (اقبال)

آخرت اول۔ دوران زندگی کا انجام

کلمہ (۱) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

ہوا۔ تیرا ہر بعد کی حالت پہلی حالت سے یقیناً بہتر ہے (وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْأُولَىٰ) اور عنقریب تجھے وہ کچھ عطا کیا جائیگا کہ تو خوش ہو جائے گا۔ کیا (تو اسپر غور نہیں کرتا کہ) اللہ نے تجھے یتیم پایا تو پناہ دی اور متلاشی راہ پایا تو ہدایت دی اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ . . . اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتا رہ (صفحہ ۹۳) اس آیت میں $\text{وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ عَنْقُرِبًا}$ غور طلب ہے۔

جو انی میں کرے محنت : بڑھاپے میں ملے راحت

(۲) تم مضاد عاجلہ سے محنت رکھتے ہو (یعنی وقتی غائدے چاہتے ہو)

اور آخرت کو چھوڑ بیٹھتے ہو (یعنی انجام سے غافل ہو جاتے ہو کہ کچھ دنوں

بعد کیا ہونے والا ہے) جب انقلاب کا وقت آئیگا تو (اوس دن کچھ چہرے

(اپنے اچھے اعمال کی وجہ سے) بارونق ہونگے اور (اطمینان و مسرت ساتھ ساتھ)

اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے اور کچھ چہرے (اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے)

بد رونق ہونگے۔ اور (عالم سراسیمگی میں) جان لینگے کہ اون پر کمر توڑنے والی مصیبت آنے والی ہے۔ (قیامہ ۷۵ تا ۷۶) بارونق و بے رونق چہرے اور کمر توڑ مصائب تقسیم ہند کے انقلابی دور میں آنکھوں دیکھا حال ہے۔

(۳) یہ لوگ عاجلہ (یعنی فوری فائدہ) سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے آنے والے بھاری دن (یومًا ثقیلاً) کو چھوڑ بیٹھتے ہیں (یعنی بھول جاتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد فوری فائدہ حاصل کرنے کی غلط کاریوں کا کیا انجام ہونے والا ہے) (دہرہ ۷۶) لوٹ مار کھینچنا بنانے والوں کا انجام کیا ہوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے۔

(۴) جو کوئی اسلام دینے (یعنی اطاعت احکام الہی) کے سوا کوئی اور دین (کوئی اور طریقہ زندگی) چاہیگا (یعنی احکام الہی سے لاپرواہ ہو کر شیطان کے احکام کی پیروی کریگا) تو وہ آخرت میں (یعنی بالآخر) کچھ دن بعد نتیجتاً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (آل عمران ۲۵) ظلم و زیادتی کی زندگی گزارنے والے کس طرح نقصان اٹھایا کرتے ہیں۔ غور سے سمجھنے کے قابل ہے۔

آخرت دوم۔ زندگی کے بعد کا انجام

فلک (۱) اے نبی اسرائیل ہم نے موسیٰ کی کتاب میں خبر دیدی تھی کہ تم ضرور

ملک میں دوبارہ فساد کرو گے۔ . . . سو جب پہلی بار کا وعدہ آپہنچا تو ہم نے تم پر (یعنی تمہاری قوم پر) اپنے سخت طاقت والے بندے اٹھا کر ا کے پس وہ شہروں کے انڈر گس گئے اور وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے لوٹا کر تمہیں (یعنی تمہاری قوم کی) اون پر غلبہ دیا اور بہت مال اور بیٹیوں سے تمہاری (قوم کی) مدد کی اور تمہیں بڑے جتنے والے گروہ بنا دیا۔ (اور کہا گیا تھا کہ) اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی جانوں کے لئے اور

اگر بُرائی کرو گے تو اوہی کسے لئے 'فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ' پھر جب پہلی بار کا وعدہ آیا اور بندے (انقلاب کے لئے) اٹھا کھڑا کئے تاکہ تمہارا (یعنی تمہاری قوم کا) بُرا حال کریں اور مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلی بار داخل ہوئے اور جس چیز پر وہ غالب آئیں اوس کو پوری طرح برباد کر دیں۔ . . . (پس یاد رکھو کہ) اگر تم وہی کام کرو گے تو ہم پھر وہی سزا دینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنایا ہے۔ (یعنی نافرمانوں کے لئے غلامی اور ذلت کا ٹھکانا (قید خانہ) بنایا گیا ہے جس میں رونے دھونے چختے چلاتے رہتے ہیں) (بخاری سنن ۱۰۰۰۰)

قومی انقلاب زندگی میں اور زندگی کے بعد کی نسل دونوں سے متعلق ہے۔

(۲) اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلی قوموں نے بھی جھٹلایا (اور وہ جھٹلاتے کار انجام دیکھ چکے) اور رسول کے ذمے تو کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں کیا وہ غور نہیں کرتے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر وہ اوس کا دوبارہ اعادہ کرتا ہے (یعنی قوم پر مردن چھا جانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرتا ہے) ایسا کرنا اللہ پر آسان ہے (اسے رسول - ان سے) کہو زمین میں (یعنی ملکوں میں) پہلے پھر دیکھو کہ اوس نے کس طرح پہلی بار پیدا کیا۔ پھر اللہ ہی اس وقت کی پیدائش (یعنی دوبارہ پیدائش) کا پیر ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اور اوس کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔ اور تم اوسے زمین و آسمان میں عاجز کر دیا نہیں۔ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔ (یعنی اوس کے قانون مکنات عمل کے مطابق اچھوں کو اچھا بدلہ اور بُروں کو بُرا بدلہ ملتا لاتی ہے۔) (عنکبوت ۲۹، اس کی وضاحت فقرات (۱۰) اور (۱۱) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۳) آسمانوں اور زمین میں کتنے نشان ہیں جن پر لوگ گزرتے رہتے ہیں مگر حال یہ ہوتا ہے کہ اون سے متہ پھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اون میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حالت میں کہ وہ شرک میں مبتلا بھی رہتے ہیں۔ (یعنی اللہ کو مانتے تو ہیں مگر غیر اللہ سے توقعات دکھ کر بے راہ روی کی زندگی گزارتے ہیں) تو کیا وہ لوگ اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب کی بھاری عیبیت آپڑے۔ یا اون پر اچانک (الساعة) (قیامت) آجائے اور اونہیں خبر بھی نہ ہو۔ آپ فرمادے گئے کہ ”یہ میرا طریق ہے کہ میں (لوگوں کو) خدا کی (توحید کی) طرف بلاتا ہوں (اس معاملہ میں) دلیل پر قائم ہوں۔ میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی۔ اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ اوسم نے آپ سے پہلے مختلف بستیوں والوں میں سے جتنے در رسول، بھیجے جن کی طرف ہم وقتاً کرتے تھے یہ آدھی آدھی تھے (کوئی فرشتہ نہ تھا) تو کیا یہ لوگ زمین میں (یعنی ملکوں میں) چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا بُرا انجام ہوا (اون کی عاقبت کیسی بُری ہوئی) جو ان سے پہلے (نا فرمانی میں مبتلا تھے۔ اور آخرت کا گھراؤن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔۔۔۔۔

ہمارے عذاب مجرم لوگوں سے پھرا نہیں کرتا۔ ان (سابقہ امتوں کے) قصوں میں سمجھدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ (یوسف $\frac{12}{106}$) ماضی کے قصے حال و مستقبل والوں کی عبرت کے لئے ہیں کہ اچانک آنے والی ساعتوں سے بچتے رہیں۔

آخرت میں میری مٹی ہو جائے اور دوبارہ میں اپنی جگہ کے بعد کا انجام | بے غفلتوں کا یہی قول عجیب ہے کہ

کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو پھر ایک نئی پیدائش (خلق جدید) میں آئیں گے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کا انکار کرتے ہیں اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں زنجیریں ہیں اور یہی آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے۔ (رعد ۳۱) خلق جدید کی وضاحت فقہ (۱۱) میں کی گئی ہے۔

(۶) کہتے ہیں کیا جب ہماری ہڈیاں چور اچورا ہو جائیں گی تو کیا نئی پیدائش کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ کہو پھر ہو جاؤ یا لو یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بڑھی معلوم ہوتی ہو۔ پھر کہیں گے ہمیں کون لوٹائیں گا۔ کہو وہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ تب بھی وہ تیرے سامنے سرطائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گا۔ کہو شاید قریب ہی ہو۔ (یٰسرا ۱۷) اس آیت میں الفاظ عسی ان تلو قریباً غور طلب ہیں :-

(۷) جس دن ہم آسمان کو اس طرح پیٹ لیں گے جس طرح تحریروں کا طومار بیٹھا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے پہلی پیدائش شروع کی اسی طرح اس کا اعادہ کریں گے (یعنی اسے پھر بنا لیں گے) (کما جک انا اول خلق نعیدک) یہ ہم پر وعدہ ہے۔ (یعنی یہ ہمارا طریقہ کار ہے۔) ضرور ہم یہ کرنے والے ہیں (انبیاء ۱۰۱) اس میں الفاظ جک انا غور طلب ہیں۔

قیامت - ساء - حشر - بعث بعد الموت وغیرہ

ان میں سے ہر ایک لفظ آفت کے مختلف معانی میں ہے۔ اسی طرح اس کے معانی دیگر الفاظ قیامت، ساء، حشر، بعث، بعد الموت وغیرہ کے بھی مختلف معانی ہیں ان الفاظ کو

استعمال دنیاوی انقلابات کے لئے بھی ہوا ہے اور اخروی زندگی کے لئے بھی۔
جنہیں ہر موقعہ بیان پر ربط کلام کے لحاظ سے تعلق کر کے عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔
ان کی حقیقت بھی مختصراً ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

ک۔ الْقِيَامَةُ | قیامت کا مفہوم ہے انسانوں کا یکساںگی اٹھ کھڑا ہونا۔
لغات میں اس کے متعدد معانی آئے ہیں یعنی "موازن ہونا"

کسی معاملہ کا اعتدال پر ہونا۔ محکم اور استوار ہونا، کسی کام کو ہمیشہ کرتے رہنا، رک جانا
کسی جگہ ٹھہر جانا۔ باوقوف ہونا۔ اس دنیا میں کسی قوم کی نشاۃ جو انقلاب کی رو سے پہلو
میں آئے، غارف رومی کہتے ہیں۔ پس قیامت شرقیامت بابہ میں۔ دیدہ ہر چیز اثر طراست
قرآن کے استعمالات یہ ہیں۔

(۱) اور اون لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ ہم نے
ان سے بھی اس کا عہد لیا تھا۔ مگر جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اوہوں نے بھی اس کا ایک
دبڑا حصہ چھوڑ دیا۔ سو ہم نے اولن کے درمیان (یعنی بنی اسرائیلی فرقے یہود و نصاریٰ
کے درمیان) قیامت کے دن تک دشمنی اور بغضی ڈال دیا۔ اور عنقریب اللہ اون کو
جتلادے گا جو وہ کرتے تھے (مانہ ۵/۱۳)

تاریخ گواہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد زمانہ قریب میں یہود و نصاریٰ کی باہمی دشمنی
اور بغض لاکھیا بڑا انجام ہوا۔ اور قرآن کی پیشگوئی کس طرح صحیح ثابت ہوئی۔ ان کی آپس
کی دشمنی اوس وقت تک باقی رہی جب تک یہ بغض و حسد ایک دوسرے کے مقابلہ
میں لڑتے رہے۔ اور جب کافی نقصانات کے بعد مل جل کر رہنے کا ہتھیہ کر لئے
اور اتحاد و عمل کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے تو آپس کے جھگڑے ختم ہو گئے۔

(۲) اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (یعنی حضرت موسیٰ کے بعد علم الہی اور کسی کو عطا نہیں کیا جاسکتا آپ کہتے کہ) الہی کے ہاتھ بندھے گئے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اوس کی وجہ سے اون پر پھیکا پڑی ہے۔ بلکہ اوس کے (یعنی اللہ کے) دونوں ہاتھ (علم و دولت کے) کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے اور نیزے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ ضرور ان میں سے بہتوں کو سرکشی اور کفر میں بڑھائے گا۔ اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض وال دیا ہے۔ جب سمجھی وہ لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں۔ اللہ اوس کو بھاد دیتا ہے دینے اور ان کے شر کو ناک دیتا ہے۔) اور وہ زمین میں نسا دھیلانے پھرتے ہیں۔ اور اللہ نسا ذکر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور اون کی سعیتیں دور کرنے اور اون کو جنت النعیم (یعنی نعمت والے باغوں) میں داخل کرتے۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو کچھ اون کی طرف اون کے رب سے اتارا گیا ہے قائم رکھتے تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے رہتے اون میں سے ایک گروہ یہاں نہ رہے۔ اور بہت سے لوگ اون میں سے برے کام کرتے ہیں۔ (مائدہ ۵/۶۳) اس میں بھی قیامت تک دشمنی اور بغض کا ذکر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر یہ تقویٰ اختیار کرتے تو ان کی سعیتیں دور ہو جاتیں اور جنت نعیم (یعنی دنیا میں باغ و بہار کی زندگی) سے نوازے جاتے۔ اور ہر طرح خوشحال رہتے۔ یہاں بھی قیامت تک کا

تفصیل کیلئے دیکھئے مضمون جنت و جہنم کی حقیقت۔

ہم کا غموم ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جب تک تقویٰ کے لئے تیار نہیں ہوئے
اقسام کی تکالیف میں رہے اور جب درستی کو دائرہ کی طرف متوجہ ہوئے قانون خداوند
کے مطابق انعامات الہی سے مالا مال ہوئے۔

(۳) اور (وہ وقت یاد کرنا چاہیے) جب آپ کے رب نے (یہ بات) بتلا دی
تھی کہ وہ اون (یہود) پر قیامت کے دن تک (الٰی یَوْمِ الْقِيَامَةِ) ایسے کسی کسی
شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو اون کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا۔
بنا شبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی سزا دیدیتا ہے۔ اور بلاشبہ
وہ (برائی سے باز آنے والوں کے حق میں) بڑی ہی مغفرت اور بڑی ہی رحمت والا
(رہی) ہے (اِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) اور ہم نے دنیا میں اون کی متفرق جاتیں
کہ دیں بعضے اون میں نیک تھے اور بعضے اور طرح کے
(یعنی بد) تھے اور ہم اون کو خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزمائے رہے تاکہ
وہ باز آجائیں۔ (لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ) (اعراف ۷۷)

ان آیات سے ہماری تفسیروں میں ایک بڑی غلط فہمی عرصہ دراز سے
یہ پٹی آرہی تھی کہ دنیا میں یہودیوں کی کوئی حکومت قیامت تک یعنی تا قیامت
تقریباً قائم نہ ہوگی وہ تاراج مغلوب و محکوم ہی رہینگے۔ اب جبکہ فلسطین میں یہودیوں
کی حکومت قائم ہوگئی تو زمانہ حال کے علمائے کرام کو آیات قرآنی پر غور کرنے کی توفیق
نصیب ہوئی۔ اور الفاظ قرآنی کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ الفاظ "یَوْمِ الْقِيَامَةِ"
کے ساتھ الفاظ "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" اور "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" سے صاف ظاہر
ہے کہ تو بیکار دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے یہود جب اپنے حالات بدل لینگے

مزا بھی موقوف ہو جائیگی۔ یوم الیقمامہ سے مراد شدتِ بیان یا مدتِ دراز ہے جس طرح ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ ”تم قیامت تک ایسا نہیں کر سکو گے“ یا میں قیامت تک ایسا نہیں کروں گا۔“

یہ بات تو سمجھ میں آ سکتی ہے کہ پہلے لوگوں نے جن غلط اعمال کی روش اختیار کی تھی۔ بعد کے لوگ بھی جب تک اوس کی تقلید کرتے رہیں۔ انہیں بھی وہی مزا ملنی چاہیے جو پہلوں کو دی گئی تھی۔ کام یکساں تو صلہ بھی یکساں۔ مگر یہ بات کس طرح صحیح ہوگی کہ بعد والے لوگ حالات کا جائزہ لیکر اپنی روش بدل لیں تب بھی وہ اسلاف کی مزا میں مبتلا رکھے جائیں۔ اگر ایسا ہو تو یہ عدل نہیں ظلم ہوگا۔ اور قانونِ خداوندی جو خطا کی ندامت پر غور و فکر کا عادی اور ترقی کرنے کے عزم و ارادہ پر رحم و کرم کی بارش سے نشوونما دینے پر مبنی ہے۔ اس میں ظلم ممکن ہی نہیں۔ لہذا جیسا کام ویسا انجام لازمی ہے۔ قدرت کسی قوم کی زبانی خوشامد کی طرف اشارہ نہیں۔ کام دیکھ کر مزا و جزا کے فیصلے صادر کیا کرتی ہے۔ (اور اس سے ہر زمانہ میں عبرت حاصل کی جا سکتی ہے۔)

السَّاعَةُ **سَاعَ یَسُوعَ**۔ اس مادہ میں اصلی معنی ہلاکت اور نوال کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم غلط روش پر چلنے والوں کو باز

مُتَبِّہ کرتا ہے کہ اگر تم نے اس روش کو نہ چھوڑا تو ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔

(۱) یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ انقلاب کی گھڑی (السَّاعَةُ) جس سے

تم ہمیں ڈراتے ہو، کب آئے گی کہو کہ اس کا علم صرف میرے رب کو ہے۔ اسے اوسکے

وقت پر خدا کے سوا اور کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ (سورۃ الاحقاف ۱۸۷-۱۸۸)

(۳۲) لوگ تجھے انقلاب کی گھڑی (السَّاعَةُ) کی بابت پوچھتے ہیں ان سے کہو کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھڑی قریب ہی ہو۔
 (سورہ ۳۳ و ۳۴) اس میں الفاظ السَّاعَةُ تَكُونُ قَرِيبًا اور السَّاعَةُ قَرِيبًا قابلِ عود ہیں۔

(۳۳) سورہ ظہر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو تفصیل سے بتلایا کہ فرعون کی سرکشی کس حد تک بڑھ چکی ہے اس کے بعد فرمایا اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ يُسْتَبْرَأُ كَالْيَقِينِ رَكْهُوْكَ حَقٌّ وَبَاطِلٌ كِيْ اٰخِرَى كَشَكْسٍ كَاوَقْتِ ابِ اَيَّ اِيْ يٰحَاطَا هِيَ يِهْ اَكْرَهِيْ رَهِيْ كَا۔

(۳۴) حضور معلوم اور آپ کے ساتھیوں سے بھی بار بار کہا گیا کہ تم اپنی جماعت کی پوری پوری تیاری کرو اِنَّ السَّاعَةَ لَا تِيْهُ هِيَ اٰخِرَى اِنْقِلَابِ كَاوَقْتِ آئِيْهِ وَالا هِيَ وَوَضْرُوْرَ اَكْرَهِيْ اَوْرَ مَخَالِيْقِ تَبَاهِ هُوَ كَرِ يٰنِيْكَ۔

غرض السَّاعَةُ حَقٌّ وَبَاطِلٌ كِي نپور نتائج کا نام ہے جو ہر زمانہ میں اوس جماعت کے ہاتھوں نمودار ہوتا ہے جو حق کی حمایت کے لئے اُٹھتی ہے۔ یہ انقلاب دفعۃً واقع نہیں ہوتا بلکہ بقدر عزم و ہمت آہستہ آہستہ ترتیب پاتا رہتا اور وقت تکمیل پہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

جس میں ہنوا انقلاب تو ہے وہ زندگی : روح اہم کی حیات کش انقلاب

الحشر ۹ حشر کے معنی لوگوں کو جمع کر کے ہانک کر کسی طرف لیجانا۔

(۱) سورہ حشر میں یہودیوں کے متعلق ہے کہ "اللہ وہ ہے جس نے اہل کتاب میں سے اوں لوگوں کو جنہوں نے کفر سے اختیار کی پہلے حشر کے لئے اوں کے گھروں سے

نکالا۔۔۔۔۔ مِّن دِيَارِهِمْ لِأَحْوَالِ الْحَشْرِ ۝۹ اس سے مراد جنگ کا اجتماع یا
جلا وطنی جو جنگ کا نتیجہ تھی۔

(۲) سورہ نمل میں ہے کہ "سليمان" کے حکم کے مطابق اس کے لشکر جمع کر کے
لجائے گئے۔ وَحَشِرٌ لِّمُكَلِّمِينَ جُنُودًا ۝۱۰ یہ لفظ جنگ کے اجتماع کے مفہوم
میں استعمال ہوا ہے۔

(۳) سورہ شعرا میں فرعون کے متعلق ہے کہ اوس نے مختلف شہروں میں حاشرین
بھیجے ۲۶ یعنی ہر کارے جو لوگوں کو جمع کر کے لائیں۔

(۴) سورہ اہل عمران میں ہے کہ "ان مخالفین سے کہدو کہ مستغلبون و تحشرون
الی جہنم" تم بہت جلد مغلوب ہو گئے اور جمع کر کے جہنم کی طرف لجائے جاؤ گے۔
اس سے اگلی آیت میں جنگ کی تفصیل درج ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں :۔ پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں

ایک تشریح جناب مووودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن جلد دوم کے صفحہ ۲۹۳
پر آیت ۱۴ کے تحت لکھا ہے کہ "اس آیت سے اور قرآن کے دوسرے

اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں زمین و آسمان بالکل نیست و نابود نہیں ہوں گے
بلکہ صرف موجودہ نظام طبیعی کو درہم برہم کر ڈالا جائیگا۔۔۔۔۔ زمین و آسمان کی موجودہ
ہمیت بدل دی جائے گی۔ اور ایک دوسرا نظام طبیعت دوسرے قوانین فطرت کے ساتھ
بنادیا جائے گا وہی عالم آخرت ہوگا۔ اسکا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ حشر اس زمین پر برپا ہوگا۔ یہیں عدالت قائم ہوگی۔ یہیں میزان لگائی جائے گی اور قضیہ

اسے تفصیل کے لئے دیکھیے مصفون جنت و جہنم کی حقیقت۔

زمین بر سر زمین ہی چکایا جائیگا۔۔۔۔۔ یہ نوٹ بہت قابل غور ہے۔
بعث بعد الموت | افسانہ غلامی کی موت سے نجات پا کر آزادی کی جیسا تازہ
 حاصل کرنا۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) اور جب تم بنی اسرائیل، لوگوں نے یوں کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تمہاری بات کبھی مانا
 جب تک کہ اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو ہولناک آواز نے آیا اور تم دھڑک رہے تھے۔
 پھر ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد اٹھایا۔ **شَدَّ بَعْثُكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ** ۲
 مذکورہ بالا واقعہ نزول قرآن سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کا ہے۔ ظاہر ہے
 کہ نزول قرآن کے وقت حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے لوگ موجود نہیں تھے لیکن محبت
 لفظ تم سے ہے یعنی تم بنی اسرائیل جو اس وقت موجود تھے دعوائی کو سمجھتے نہ تھے
 اور رسول وقت حضرت موسیٰؑ کا انکار کرتے تھے گویا تم مر چکے تھے مگر جب ہولناک
 آواز کا عذاب دیکھا تو گہرا کراہت موسیٰؑ میں داخل ہوئے اور اس طرح ضمیر
 کی موت کے بعد زندہ ہوئے تھے۔ یہ مثال دنیا ہی میں موت کے بعد زندہ ہونے
 کا ہے۔

(۲) تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ پہلے تم مردے تھے پھر تمہیں
 زندہ کیا گیا۔ پھر تمہیں ماریگا پھر زندہ کریگا پھر اوس کی دشمنیت کی طرف لوٹا
 جاؤ گے (بقرہ ۲/۶۸)

(۳) اے رسول تم ان مردوں کو سنا نہیں سکتے جو تمہاری نصیحتوں پر کان

نہ تھیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون۔ ”بعث بعد الموت کے دو مفہوم“۔

نہیں دھرتے اور پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں (مثل $\frac{۲۷}{۸۰}$ و روم $\frac{۳۰}{۵۲}$) اس آیت میں مردوں سے مراد مردہ خمیر لوگ ہیں۔

(۱) زندے اور مردے مساوی نہیں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔
 (۱) نبی، تم لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں (یعنی جن کے سینے خمیر کے
 مدفن بن چکے ہوں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔ تفسیر القرآن مجید، ج ۱، ص ۱۵۱)
 اور حقان حجاز میں اقبال کہتے ہیں۔ — مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام۔
اعادہ خلق (۱) وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے
 لوٹاتا ہے تاکہ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ اور انہیں

انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور کافروں کو دردناک عذاب دے (یونس $\frac{۱۰}{۱۰۱}$)
 (۲) کہو کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے
 لوٹاتا ہے۔ کہو اللہ پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اسے لوٹاتا ہے۔ پھر اس طرح
 تم اٹتے جا رہے ہو۔ (یونس $\frac{۱۰}{۱۰۱}$)

(۳) کیا وہ غور نہیں کرتے کس طرح اللہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر
 کس طرح لوٹاتا ہے۔ یہ اللہ پر آسان ہے۔ کہ زمین میں چلو پھرو دیکھو کس طرح
 اس نے پہلی بار پیدا کیا پھر دوبارہ کس طرح پیدا کرتا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اور اسی کی طرف تم
 پھیرے جاؤ گے۔ (عنکبوت $\frac{۲۹}{۲۱۴۱۹}$) اس آیت میں الفاظ **سیروا فی الارض**
فانظروا غور طلب ہیں۔

(۴) اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اسے دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ پھر اسے

کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔۔۔ وہ زندہ کو مرنے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اوس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے (روم ۱۷) اسی آیت میں زمین کے زندہ ہونے کی مثال غور طلب ہے۔

﴿۱۵﴾ اللہ نے تمہیں زمین سے نبات کے طور پر اُگایا۔ پھر تمہیں اوس میں

لوٹا دے گا اور اوس سے نکال کر کرے گا۔ (نوح ۱۴) انسان کی ابتدائی پیدائش کیسے ہوئی اس کے لئے دیکھئے سمون۔ ^{تختا} حق انسان۔

موت کے بعد دوسری طرح بدلائیے گا۔ (۱) کیا تم نے غور کیا کہ تم جو لطفہ ڈالتے ہو اوس سے تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی ہے۔ اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری شکل بدل کر لائیں۔ اور تمہیں اس صورت میں پیدا کریں جسے تم نہیں جانتے۔ (واقعہ ۵۶) اس آیت میں الفاظ **تُبَدَّلُ** اَمْثَالَكُمْ وَنُنَكِّرُ فِي مَالِكُمْ تَعْلَمُونَ۔ غور طلب ہیں۔

(۲) جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں ہم اون کو عنقریب آگ میں داخل کریں گے۔ جب اون کی کھالیں پک جائیں گی ہم اون کی جگہ اون کو اور کھالیں دیدیں گے تاکہ وہ عذاب چکیں۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (نسا ۱۲) اس آیت میں الفاظ **سَوْفَ نُصَلِّيْهُمْ فَاَرَا**۔ اور **بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا**۔ غور طلب ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا نہیں نقشِ جا : عام یوں اسکو نہ کر دیتا نظام کائنات
موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے : خواب پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

۱۳، اور یقیناً تم ہمارے پاس فراویا
راکیلے آئے ہو جیسے ہم نے تم کو پہلی

پہلی پیدائش کی طرح دوسری پیدائش

دفعہ پیدا کیا اور جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا تھا وہ تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔۔۔۔۔
بیشک اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ زندہ کو مردے سے اور مردہ
کو زندہ سے بھگانے والا ہے (انعام $\frac{9}{97,95}$) اس آیت میں العاقر جنتودنا فراویا
غور طلب ہیں۔

۱۴، وہ تیرے لب کے پاس صفا باندھ کر پیش کئے جائیں گے۔ یقیناً تم ہمارے
پاس آ جاؤ گے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ بلکہ تم سمجھتے ہو کہ

ہم نے تمہارے لئے وعدہ پورا کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا (کہف $\frac{18}{18}$)
خلق جدید ۱۴، اگر اللہ چاہے تو تمہیں لیجائے اور خلق جدیدی مخلوق
میں آئے اور یہ اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں (ابراہیم $\frac{19}{25}$ و خاطر $\frac{17}{25}$)

۱۵، کہتے ہیں کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے۔ یہ لوٹ کر آنا بعید ہے۔۔۔۔۔
ہم نے بادل سے پانی برسایا جس سے باغ۔۔۔۔۔ دانہ (یعنی غلہ) اور کھجور اگانے میں۔۔۔۔۔
اور مردہ شہر کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نکلنا ہوگا۔۔۔۔۔ کیا ہم پہلی پیدائش
میں عاجز آ گئے بلکہ وہ "خلق جدید" کے متعلق شبہ میں ہیں۔۔۔۔۔ اور ہم انسان کی
رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (ق $\frac{5}{17}$) اس آیت میں دوبارہ زندگی
کی مثال غور طلب ہے۔

۱۶، کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبت (بے مقصد) پیدا
کیا ہے اور کہ تم ہمارا دشمنیت کی طرف نہیں لوٹائے

جاؤ گے (موسون ۲۳)
۱۱۵

(۲) تو کیا اللہ کے دین (کی فرمانبرداری) کے سوا کچھ اور چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب خوش اور ناخوش اسی کے فرمانبردار ہیں اور اسی (کے دین) کی طرف لوٹائے جائیگے (آل عمران ۳)

(۳) باندگار اور پرندے بھی تمہاری طرح اُنم یعنی حما عتد ہیں۔۔۔۔۔

پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے (انعام ۶)

(۴) اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر اوس کا اعادہ کرتا ہے۔ پھر تم اسی

کی (مشیت کی) طرف لوٹائے جاؤ گے (روم ۳۰)

ان آیات میں رجوع الی اللہ کا مفہوم بالعموم یہ لیا جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مردے قیامت کے دن اپنی اصلی حالت پر اٹھائے جائیں گے۔ اور اللہ کے دو برو پیش ہونگے۔ اور قرآنی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے نیز انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پس جب کہ ہم آج بھی اللہ کے سامنے موجود ہیں تو پھر قیامت میں رجوع الی اللہ کا مقصود کیا ہے غور طلب ہے۔ — ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

جو ہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

مختلف ہر منزل ہستی کی رسم و ساہ ہے آخرت بھی زندگی کی ایک جولا نگاہ ہے

حرف آخر | فلک - قرآن عربی زبان میں اللہ کا کلام ہے۔ اس کے مخاطب صرف

مسلمان ہی نہیں بلکہ ساری کائنات کے انسان ہیں۔ اس میں تحریر ہے کہ اس سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر آئے اور ہر زبان میں اللہ کا کلام نازل ہوا ہے۔

اور صاف لکھا ہے کہ انسان کی برتری کا دار و مدار کسی گروہ میں پیدا ہونے
یا کسی مخصوص زبان کو استعمال کرنے میں نہیں ہے بلکہ بزرگی و برتری کا تعلق حسن کردار
سے ہے۔ کسی حقیقت کو تسلیم کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق نہ ڈھالنا گناہ
گیرہ ہے۔ ہر عمل کا رد عمل مقدر ہے۔ ذرے ذرے کا حساب ہوتا ہے
اور اچھے یا بُرے جن اعمال کی کثرت ہو اس پر فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔
وہ کسی پر ظلم کیا جاتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ خلاف استحقاق طرفداری کی جاتی ہے۔
ایمانداری و راست بازی کا نتیجہ خوشحالی و باغ و بہار کی زندگی ہے اور
فسق و فجور اور ظلم و زیادتی کا انجام ذلت و رسوائی کا جہنم ہے۔ اس کا تعلق
زندگی حال و زندگی مستقبل دونوں سے ہے۔ اور بلا لحاظ مذہب و ملت سارے
انسانوں سے ہے۔ پیغمبروں کا کام زمانہ ماضی کے قصص و حکایات کو یاد دلا کر
اور زمانہ حال کے پیش آمدہ حالات کو تبلا کر اقوام عالم کو عبرت دلانا اور آئندہ
خوشگوار زندگی کا یقین پیدا کر کے ایشاد و قربانی والی تنظیم قائم کرنا ہوتا ہے۔
قرآن کی اصطلاح میں اس کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس ایمان پر دنیا کی جو قوم
گامزن ہوتی اور ثابت قدم رہتی ہے۔ وہ خدائی انعامات سے دونوں جہان میں سرفراز
کی جاتی ہے۔ اور اس وقت تک استفادہ کرتی ہے جب تک قرآن کے تیلے ہوئے
فطرت کے اٹل قوانین پر کار بند رہتا ہے۔ اور جب اصول زندگی کی پابندی چھوڑ کر
جانوروں جیسا لا قانونی زندگی گزارنے لگتا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس کی نسبت
کس رسول اور کس کتاب سے ہے۔ اس کا شمار کتوں، بندروں اور سوتوں
میں بلکہ ان سے بدتر و رندوں اور شیطانوں میں ہونے لگتا ہے۔ ایسے لوگ کافر

وشرک کہلاتے ہیں اور ہر وقت جہنم کے احوال میں رہتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جھوٹوں کی خوش فہمیاں جس میں یہ مت و مکتب رہتے ہیں نفس کا دہوکا پس وہ کھکا آ رہا نہیں ہو سکتا۔ جو قوم دنیا کے حالات سے سبق لیکر مستعد و منظم ہو جاتی ہے وہ فائز المرام ہوتی ہے۔ اس کے دونوں جہان خوشگوار ہوتے ہیں۔ اور جو قوم خدا رسول مذہب کے مقدس ناموں کا غلط استحصال کرتی ہے۔ وہ خدا کی حقیقی عبادت سے خارج ہو کر اپنے جیسے دوسرے بندوں کی غیر حقیقی عبادت کا طوق پہن لیتی ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر اس لئے بھیجا کہ اس کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دے اور ایماندار لوگ ہمیشہ غائب رہیں۔ انعام یافتہ شمار ہوں۔ مگر ہوں اور غضب رسیدہ لوگوں کے غلط طریقہ زندگی سے محفوظ رہیں۔ ایمان و کفر نسلی و گروہی نام نہیں ہیں بلکہ صفاتی نام ہیں۔ اعمال امن پسندی ایمان، اور حرکات امن شکنی کفر ہے۔ جو قوم جن صفات کو اپنائے گی اس کا صلہ دونوں جہان میں پائیگی۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک ہی امت ہیں اور ان کی بے شمار مذہبی تقسیمیں کچھ غلط فہمی اور کچھ آپس کی ضد کا نتیجہ ہیں۔ انسانوں میں اللہ کی تقسیم صرف دو گروہ "نیکو کار و بدکار کی ہے۔ بالفاظ دیگر کوئی خدا پرست ہیں اور کوئی خود پرست۔ ظفر کہتے ہیں۔

خود پرستی بت پرستی سے نہیں کم اے ظفر۔ جس نے چھوڑا خود پرستی بت پرستی چھوڑ دی۔ یہ نمایاں حقیقت ہے کہ خدا پرستوں کو اللہ کی سکون بخش معیت حاصل رہتی ہے۔ اور نفس پرستوں کو مصیبتوں کا جہنم احاطہ کئے رہتا ہے۔ اب قرآن کے ماننے والوں پر ذمہ داری ہے کہ اسکی عالمگیر حیثیت کو پھیلانیں اور گروہ کے امن شکنوں سے بیزاری کا اظہار کر کے امن پسند جماعت بنائیں۔ اور تو ہی حق و صبر کے ساتھ خلا ارضی کا سرفرازی اور خدا کی سکون بخش معیت کی جدوجہد کریں۔ انشاء اللہ پوچھو اضطراب دور ہو کر ہر درجے کا مستقل درختاں رہیگا۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

حقیقت شفاعت

موجودہ مسلمانوں میں شفاعت کا مسئلہ نہایت نازک صورت اختیار کر گیا ہے خواص و عوام کی بہت بڑی اکثریت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کا صحیح مفہوم اپنے مقام سے ہٹ جانے سے اعمال صالحہ اور اسوہ طیبہ کی اہمیت طاق نیان کے حوالہ ہو کر عمل کی چولانی ماند پڑ گئی اور مسلمان قوم قرآن کو سمجھنا اور احکام خدا پر اپنی زندگی ڈھالنا چھوڑ کر فریب خوردہ مذہبی افراد کی شفاعت کے بھروسہ پر اون کی بے جا خوشامد اور اون کے غیر مسلموں اعمال کی عبادت گزار بن گئی۔ اور جو دطاری ہو گیا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ گزشتہ باعمل مسلمانوں کا دبدبہ صرف تاریخ ہی میں رہ گیا اور موجودہ بے عمل مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر : اور ہم خوار ہوئے تاکہ قرآن ہو کہ
سورہ حجر (۱۵) آیت (۱۹) میں قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ "جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اون سے اون کے اعمال کے متعلق ضرور باز پرس کی جائیگا" اور سورہ فرقان ۲۵ آیت ۳ میں فرمایا گیا ہے کہ "رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو اس طرح پکڑا ہے کہ گویا اس سے دور ہیں۔"
قرآن کو زبانی ماننے اور عملاً متروک کر دینے اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے دینے بعض احکام پر عمل کرنے اور بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور قرآن کی مجموعی

ترجمہ آیات شفاعت

۱۱) اے نبی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور یہ کہ میں نے تمہیں عالمین

پر دینے تمام موجود الوقت قوموں پر (فضیلت دی۔ اور اس دن سے بچاؤ کرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کام نہ آئیگا۔ اور نہ اس سے شفاعت (سفارش) قبول کی جائے گی۔ اور نہ اس سے معاوضہ لیا جائیگا۔ اور نہ اوہیں مدد و بچائے گی۔

اور جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے چھڑایا جو تمہیں بڑے بڑے دکھ پہنچاتے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زہر دہندہ دیتے

تھے۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑا امتحان تھا (بقرہ ۲۵۷)

۱۲) اے نبی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور یہ کہ میں

نے تمہیں عالمین پر دینے تمام موجود الوقت قوموں پر (فضیلت دی اور تم اس دن

سے بچاؤ کرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئیگا اور نہ اس کی طرف سے

کوئی معاوضہ قبول کیا جائیگا اور نہ اس سے شفاعت نفع دے گی اور نہ اس کی مدد کی

جائے گی اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند احکام سے آزما یا تو اس نے

اس کو پورا کیا۔ فرمایا میں ضرور تجھے لوگوں کے لئے امام (پیشوا) بنانے والا ہوں۔

ابراہیم نے کہا اور میرا اولاد سے؟ فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

(بقرہ ۱۲۴ تا ۱۲۷)

۱۳) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے خرچ کرو اس

پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ

ہی کوئی شفاعت (سفارش) کام آئیگی۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں ہے وہ ہمیشہ زندہ خود قائم قائم رکھنے والا ہے ہے اور پیر اور نگہ غالب آتی ہے اور نہ تیند ہی۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں سے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ کون ہے جو اوس کے پاس سوائے اوس کی اجازت کے شفاعت (مفاہیش) کرے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ اون کے سامنے ہے اور جو کچھ اون کے پیچھے ہے ہے۔

اور وہ اوس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اوس کے جو وہ چاہے ہے۔ اوس کی کرسی یعنی علم و حکومت، آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت والا ہے (بقرہ ۲۵۲-۲۵۳)

(۴) جو کوئی بھلی بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بُری بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قابو رکھنے والا ہے۔ (نساء ۸۵)

(۵) کہو میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں یا میں کسی چیز کی پیر و یا نہیں کرتا سوا اوس کے جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے کہو کیا اندھا اولاد دیکھنے والا برابر میں ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے ۵ اور اس (وحی) کے ساتھ ان کو دراجو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور ان کے لئے اس کے سوائے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں ۵ (انعام ۱۱۰-۱۱۱)

(۶) اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر دھوٹا ہے، افرار کرے یا کہے میری طرف وحی کی گئی در آجائیکہ اوس کی طرف کچھ وحی نہ کیا گیا ہے اور جو کہ میں بھی اوس کی طرح اتار سکتا ہوں جو اللہ نے اتارا۔ اگر تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی

سختیوں میں ہونگے اور پھر شے اپنے ہاتھ پھیلا رہے ہونگے۔ اپنی جانوں کو نکالو۔ آج تم کو رسوائی کا عذاب اس کے بدلہ میں دیا جائے گا جو تم اللہ پر ناقصا کرتے تھے۔ اور تم اسی کی آیات سے تکبر کرتے تھے اور یقیناً تم لوگ ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جیسے ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا۔ اور جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا تھا وہ تم اپنی بیٹی کے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے وہ شفاعتی نہیں دیکھتے جنکے متعلق تم جوئے و دعویٰ کرتے تھے کہ وہ تمہارے بارے میں (ہمارے) شریک ہیں۔ یقیناً تمہارے تعلقاً کٹ گئے اور وہ تم سے جاتا رہا جو تم جوئے و دعویٰ کرتے تھے۔ بیشک اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ زندہ کو مرد سے نکالتا رہتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ یہی اللہ ہے پھر تم کہاں سے اٹھے پھر جاتے ہو

(انعام ۶ تا ۹)

(۷) کیا وہ اس کے (بتائے ہوئے) انجام ہی کا انتظار کرتے ہیں جس دن اس کا بتایا ہوا انجام آئیگا وہ لوگ جنہوں نے اسے پہلے بھلا رکھا تھا کہنگے شریک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے۔ پس کیا ہمارے کوئی شفاعتی (سفارشچی) ہیں جو ہمارے لئے شفاعت کریں۔ یا ہم لوٹائے جائیں پھر عمل کریں، اس کے خلاف جو ہم عمل کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو گھاڑے میں ڈالا اور وہ جو اقرار کرتے تھے ان سے جاتا رہا (اعراف ۷)

(۸) یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں یہ کیا یہ لوگوں کے لئے تعجب کی بات ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کا طرف و جہا کی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور انہیں خوشخبری کا دو کہ وہ جو ایمان لائے ان کے لئے ان کے رب کے پاس بزرگی میں قدم بڑھاتا ہے۔ کافر کہتے ہیں

یہ تو صریح جا دو گ رہے ہ نہ ہا رار رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ
 (طویل اللہ) دنوں میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش (تحت حکومت) پر تکیا ہے
 ہر کام کی تدبیر خود کرنا ہے۔ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں مگر اوس کی اجازت کے بعد
 یہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اوس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت اختیار نہیں کرتے (پس تے)
 (۹) اور اللہ کو چھوڑ کر اوس کی عبادت کرتے ہیں چونکہ انہیں نقصان پہنچا رکھا ہے

اور نہ نفع دیتا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہمارا شفاعت کرنے والے ہیں۔
 کہو کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جو نہ آسمانوں میں اوس کے علم میں ہے اور
 نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (پس تے)
 (۱۰) جس دن ہم متقیوں کو رحمن کی طرف ایک عزت والے گروہ کے طور پر اکٹھا
 کریں گے اور خبریوں کو ہم جہنم کی طرف (پس تے) جانوروں کی طرح) مانگ لے
 جائیں گے وہ شفاعت کے مانگے ہونگے سوائے اس کے جس نے رحمن سے ہمد بان دھا

ہے (مریم ۱۹)
 ۸۵ تا ۸۸

(۱۱) اس دن اس دعوت دینے والے کی پیروی کریں گے جس میں کوئی شریک نہیں ہے
 اور رحمن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی پس تو سوائے ہلکی آواز کے کچھ نہ سنے گا۔ اس
 دن شفاعت کسی کو نفع نہ دیگی سوائے اس کے جس کے لئے رحمن اجازت دے اور
 اوس کے لئے بات کو پسند کرے (۱۲) وہ جانتا ہے جو اون کے آگے ہے اور جو اون
 کے پیچھے ہے اور وہ اپنے علم سے اوس کا اعطاء نہیں کر سکتا (طہ ۱۱)

(۱۲) اور تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اوس کی طرف ہم دیکھا، وحی
 کرتے تھے کہ میرے سوائے کوئی معبود نہیں سو میری عبادت کرو۔ اور کہتے ہیں رحمن

بیٹا بنایا وہ پاک ہے۔ بلکہ وہ معزز بندے ہیں۔ وہ بات میں اس سے آگے نہیں بڑھتے اور اوس کے حکم کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ اون کے سامنے ہے اور جو اون کے پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اوس کے لئے جسے وہ پسند کرے اور وہ اوس کی ہمت سے ڈرتے ہیں (ابن ابیہ) ^{۲۵ تا ۲۸}

(۱۱) حضرت ابراہیمؑ کے ذکر کے بعد ہے، گمراہ لوگ اور گمراہ کرنے والے سب جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائینگے اور وہ اوس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ کھینکے اٹھنا کی قسم ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تھیں رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔ اور میں سوائے مجرموں کے اور کسی نے گمراہ نہیں کیا۔ پس ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہیں۔ اور نہ کوئی غم کھانے والا دوست ہے۔ سو کاش اگر ہمارے لئے لوٹ کر جانا ہو تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں۔ یقیناً اس میں نشان ہے۔ اور ان میں سے اکثر ایمان والے نہیں (شعرا) ^{۲۶ تا ۳۱}

(۱۲) اور جب موعود گھر آیا آئیگی مجرم سخت نا امید ہو جائینگے۔ اور ان کے شرکیوں میں سے کوئی ان کے شفاعتی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شرکیوں کا انکار کرنے والے ہونگے۔ اور جب وہ گھر آیا آئیگی اوس دن الگ الگ ہو جائینگے۔ (روم) ^{۳۱ تا ۳۴}

(۱۵) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اون کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر غالب ہے۔ اور سے چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی کارساز نہیں اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہے۔ تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ اللہ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ کام اس کی طرف چڑھتا ہے ایک دن میں ایک مقدار (یکہ) ارسال ہے اس سے جو تم گنتے ہو۔ (السجدہ) ^{۳ تا ۵}

(۱۶) کہو ان کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا کے (معبود) سمجھتے ہو۔ وہ ایک ذرے کے وزن کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان دونوں میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے ان کا کوئی مددگار ہے۔ اس کے ہاں شفاعت کوئی فائدہ نہیں دیتا مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت دے۔ یہاں تک کہ جب اون کے دلوں سے گہرا ہٹ دو رہو جائے گی کہیں گے کیا ہے جو تمہارے رب نے کہا ہے۔ کیتے حق (فرمایا ہے) اور وہ بلند (اور) بڑا ہے۔ (السیا وکک) ۲۳، ۲۲

(۱۷) کیا میں اُسے (جس نے پیدا کیا) چھوڑ کر (اور) معبود بناؤں کہ اگر رحمن مجھے کوئی دکھ پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آئیگی اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے۔ میں اس صورت میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ (سین ۳۶) ۲۲، ۲۳

(۱۸) بلکہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شفاعتی بنا رکھے ہیں۔ کہو کیا گودہ نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہو شفاعت سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ پھر اوسکا کی طرف تم لوٹنا لے جاؤ گے۔ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جب اون کا ذکر کیا جاتا ہے جو اوس کے سوا کے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ (ذمر ۳۹) ۲۳، ۲۴

(۱۹) اور انہیں قریب آنے والے دن سے ڈرا جب دل غم سے بھرے ہوئے گلوں تک آ رہے ہوں گے۔ ظالموں کا کوئی ولی دوست نہیں اور نہ کوئی شفاعتی ہے جس کی بات ماننی جائے۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور وہ اسے بھی جو سینے میں چھپاتے ہیں اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔ اور وہ جنہیں یہ

جوابی توضیحات پیش کی جاتی ہیں۔

تفصیلات (۱) شفاعت کی تعریف کیا ہے؟ جواب۔ لغات میں شفاعت کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری جیسی دوسری چیز سے ملا دینا۔ تمہارا رہنا اور سورۃ الفجر میں فرمایا گیا ہے وَالشَّفْعُ وَالْوَتْرُ ۸۹ یعنی وہ ستارے جو طے جلتے رہتے ہیں یا الگ الگ دکھائی دیتے ہیں اور سورۃ نسا ۸۶ میں ارشاد ہے کہ جو کوئی بھلی بات یا شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملیگا اور جو کوئی بُری بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملیگا پس لفظ شفاعت کے مفہوم میں کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے حق میں سفارش کرنا کسی شخص کے کام میں مدد کرنا کسی کے حق میں دعا کرنا اور کسی کو کسی کام کی ترغیب دینا خواہ اچھے کام کے لئے ہو خواہ بُرے کام کے لئے سب شامل ہے۔

(۲) شفاعت کون کرینگے؟ جواب۔ شفاعت کی تمام آیات میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ کون شفاعت کرینگے۔ نہ اختیار کرام میں سے کسی کے نام ہیں اور نہ کسی دوسرے عہدہ و منصب مثلاً صحابہ و اولیاء و ائمہ و شہداء وغیرہ کا ذکر ہے۔ البتہ یہ ارشاد ہے کہ اللہ جس کو چاہے شفاعت کی اجازت دے سکتا ہے نہ ساری شفاعتیں صرف اللہ کے اختیار میں ہیں ۳۹ اگر اللہ پاک رسول صلعم کو کوئی دکھ پہنچانا چاہے تو انہیں بھی کوئی پہنچا نہیں سکتا ۳۲ اجازت یافتہ شفیع بھی اللہ کی رحمت سے ڈرتے رہتے ہیں ۲۱ پس زندگی کا ہر کام اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ہونا چاہیے۔

(۳) شفاعت کی اجازت کن لوگوں کے لئے دی جائیگی؟ جواب۔ اللہ پاک جن لوگوں کے

کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے پس لا محالہ اس کا تعلق (شفاعت کرنے یعنی ترغیب دینے
اکسانے اور آگاہ کرنے کا تعلق) صرف دنیا سے ہے نیز آیت ۲۵۵ میں شفاعت کی نفی
کر کے اسی کی متصل آیت ۲۵۵ میں شفاعت باذن اللہ کا ذکر بھی اس انداز سے کیا
گیا ہے کہ وہ بالکلہ دنیا سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس میں پہلے مال خروج نہ کر کے
بخیل بنے رہنے کو کھرا اور ظلم سے تعبیر کیا گیا پھر آسمانوں اور زمین کے سارے انتظامات
کا تعلق صرف خدا سے بتلا کر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ساری کائنات کی حفاظت
اور اس کا انتظام کرنا خدا پر کوئی بوجھ یا دشوار نہیں ہے۔ اوپر تکان یا متدیا
اونگھ کا کوئی غلبہ نہیں ہوتا۔ وہ حاضر و غائب کے تمام حالات کو جانتا ہے اور اس کے
وسیع ترین علم کے منجملہ کسی چیز پر کوئی بندہ حاوی نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ وہ
خود کسی کو بقدر ضرورت واقف کرانا چاہے (۲۵۵) و ۲۸ و ۱۱۰ و ۱۱۱ گویا
تعلیمات وحی الہی کا پھیلا تا شفاعت باذن اللہ ہے۔ اس کی مزید وضاحت
سورہ یونس کی ابتدائی تین آیات سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے وحی کے ذریعہ اسپر ما مور فرمایا ہے کہ عوام الناس
کو بد عملی کے بُرے نتائج سے ڈرائیں اور ایمان و عمل و انوار کو راحت کا خوشخبری
دیں۔ مگر کافر انہیں جا دو گز کہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے ہر اہم کام
کا تدبیر اللہ ہی کرتا ہے اس میں اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص شفاعت
نہیں کر سکتا یعنی رسول صلعم لوگوں کو ڈرانے اور بشارت دینے کا جو کام کر رہے ہیں
یہ شفاعت باذن اللہ ہے۔ اس کے مطابق زندگی کو ڈھالتا کار ہے۔ ورنہ
رسوائی اور تکالیف کا جہنم نصیب ہوتا ہے۔ جس میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ۲۷
۹۱

حضرت موسیٰؑ کے ساتھی بنی اسرائیل کو فرعونوں کے عذاب سے نجات دلانا اور
 انہیں تمام موجود الوقت قوموں پر فضیلت دینا ۲ اور حضرت ابراہیمؑ کو سب
 لوگوں کا امام بنانے کا وعدہ اور اون کی اولاد میں سے جو ظلم کا شہوہ اختیار کریں
 انہیں امامت (سرکاری) سے محروم رکھنے کا تذکرہ ۳ بھی دینا ہی سے
 متعلق ہے اور تعلیم وحی کے خلاف خود پسند تعلیم پھیلانے والے ظالموں کا فرشتوں
 کے ذریعہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہونا ۶ بھی دینا ہی کا عذاب ہے نیز
 آیات (۲/۱۲۲، ۲/۱۲۵) یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب دنیا میں کسی ظالم
 قوم پر خدا کے عذاب کا فیصلہ ہو جائے اور صالح قوم سے تصادم ہو تو
 اس دن ظالموں کو کسی کی شفاعت کام نہ دیکھی۔ غیر مجازہ غیر اللہ کو شفاعتی
 سمجھنے والے بے عقلوں کی شناخت کا نقشہ قرآن میں اس طرح کھینچا گیا ہے کہ
 جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اون کے
 پسندیدہ انبیاء اور لیا کا ذکر کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں ۳۹ حالانکہ وہ کسی
 چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے ۱۸ ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ شفاعت آسمانوں
 اور زمین کے درمیان ہوگی جس کو اللہ نے (۶) دنوں میں پیدا کیا اور باخبریا کے ساتھ
 ہر کام کی تدبیر بلا شرکت غیرے بذات خود کر رہا ہے (۱/۳۱ و ۶/۹۵ و ۳۲/۲۶ و ۳۳/۴۹)
 زمین و آسمان کے تباہ و برباد ہوجانے کے بعد بعثت الموت کے دور جدید کا مسئلہ
 اس سے جداگانہ ہے جس سے فی الوقت بحث نہیں ہے اور نہ یہ موقع اس بحث
 کا ہے کہ عربی لغات میں لفظ قیامت کی کیا تعبیرات کی گئی ہیں۔ یہ مباحث اپنے
 مواقع پر ہی مناسب ہونگے۔

۱۶۲ - آیت ۴۱ میں جنتیوں اور جہنمیوں کی باہمی گفتگو اور آیت ۵۳ میں اصحاب جنت، اصحاب جہنم اور اصحاب اعراف کی باہمی بات چیت کا تذکرہ ہے۔ اس میں یہ امر غور طلب ہے کہ جنت و جہنم دو علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں یا ایک ہی مکانیت کے مختلف حالات کا تذکرہ ہے۔ اور اس کا تعلق انقلابات دنیاوی سے ہے یا ارض و سما کی تباہی کے بعد والے دور جدید سے چونکہ قرآن مجید نے دنیاوی باغات اور حکومتوں کو بھی آیا (۱۳۱، ۲۶، ۲۴ وغیرہ) میں جنت ہی سے تعبیر کیا ہے لہذا اس گفتگو کا تعلق بھی دنیا کے انقلاباتی زمانہ سے متعلق ہے۔

۱۶۳ - آیت ۵۳ میں فرشتوں کی شفاعت کام نہ دینے کا ذکر ہے اور اگر اللہ پسند کرے اور اجازت دے تو شفاعت کرنے اور کار آمد ہونے کا مفہوم بھی واضح ہوتا ہے اور آیات ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کی مدد ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ شفاعت اور مدد ایک ہی چیز ہے اور اس کا تعلق دنیا ہی سے ہے۔

۱۶۴ - آیات ۲، ۱۸، ۱۱۰، ۱۱۱ سے واضح ہے کہ اللہ عظیم کل ہے۔ اس کے پاس شفاعت کرنے کا کیا سوال؟ سفارش تو اس کے پاس کی جاسکتی ہے جو حالات سے باخبر ہو۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم نے سکتے ہیں بحرین کے حاکم منذرین سادی کو نامہ مبارک تحریر فرمایا کہ:-
 اِنِّیْ قَدْ شَفَعْتُکَ فِیْ قَوْمِکَ فَاتُرْوٰکَ لِلْمَلٰئِکَۃِ - یعنی میں تیرے پاس

تیری قوم کے مسلمانوں کے حق میں شفاعت کرتا ہوں کہ تو انہیں اس حالت پر چھوڑ دے جس حالت میں کہ وہ رہنا چاہیں۔

شفاعت باذن اللہ کا۔ شفاعت باذن اللہ سے کیا مراد ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کے استعمال کا انداز

جاننا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اذن کا لفظ (۷۳) جگہ آیا ہے۔ اس کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لئے آیات شفاعت مندرجہ بالا میں استعمال کے علاوہ جو آیات ہیں وہ تمام درج ذیل ہیں۔

(۱) جبیل نے اللہ کی اجازت سے رسول کے دل پر وحی اتاری $\frac{۲}{۹۶}$

(۲) حضرت سلیمان کا انکار کرنے والے حضرت سلیمان کو ضرب پہنچانے والے

ہونگے بجز اللہ کی اجازت کے $\frac{۲}{۱۰۱}$

(۳) اللہ نے اپنا اجازت سے ایمان والوں کو حق کی طرف ہدایت دی $\frac{۲}{۱۱۳}$

(۴) اللہ اپنے اذن سے جنت اور حفاظت کی طرف بلاتا ہے $\frac{۲}{۲۲۱}$

(۵) بسا اوقات اللہ کی اجازت سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے $\frac{۲}{۲۴۹}$

(۶) انہوں نے اون کو بھگا دیا اللہ کی اجازت سے $\frac{۲}{۲۵۱}$

(۷) حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا۔ میں کیچڑ سے پرندے بنا کر اڑاتا

ہوں شبکو را اور مبروصا کو اچھا کرتا ہوں۔ مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہارا

گھروں کے ذخیروں کی خبر دیتا ہوں۔ یہ سب اللہ کی اجازت سے ہے $\frac{۲}{۲۶۸}$

(۸) کسی شخص کے لئے یہ نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے سوا مر جائے۔ مقررہ وقت

بکھا ہوا ہے $\frac{۳}{۱۳۴}$

(۹) اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم (جنگ احد میں کفار کو) اللہ کی اجازت سے کاٹ رہے تھے $\frac{۳}{۱۵۱}$

(۱۰) جنگ احد میں جو تمہیں مصیبت پہنچی وہ اللہ کے اذن سے تھا تاکہ مومنوں کو جان لے سکے۔

(۱۱) ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اوس کی اطاعت کی جائے $\frac{۱۶۵}{۶۴}$

(۱۲) ہم نے تیری طرف کتاب اتاری تاکہ تو لوگوں کو اون کے رب کی اجازت سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائے $\frac{۵}{۱۶}$

(سورہ اچھی زمین کا سبزہ) اوس کے رب کی اجازت سے خوب نکلتا ہے $\frac{۵۸}{۵۸}$

(۱۳) اگر تم میں مستقل مزاج لوگ ایک سو ہوں تو دوسو پر اور ایک ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آئیگے اللہ کی اجازت سے $\frac{۸}{۹۶}$

(۱۵) لوگو! اللہ کے رزق میں حرام و حلال ٹھہرانے کے لئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے۔ یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو $\frac{۱}{۵۹}$

(۱۶) کوئی شخص ایمان نہیں لا سکتا اللہ کے اذن کے بغیر $\frac{۱}{۱۰۵}$

(۱۷) جس دن وہ (وقت عذاب) آئے گا اوس دن کوئی شخص اللہ کے اذن کے بغیر بات نہیں کرے گا $\frac{۱}{۱۰۵}$

(۱۸) کسی رسول کی طاقت میں نہ تھا کہ وہ سوائے اللہ کے اذن کے نشان (آیت) لاتا $\frac{۱۳}{۳۸}$

(۱۹) ہم نے تیری طرف کتاب اتاری تاکہ لوگوں کو اون کے رب کی اجازت سے

اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائے ۱۴

(۲۰) رسولوں نے کہا ہم بھی تم جیسے انسان ہیں ہمارا کام نہیں کہ تمہارے پاس
سوائے اللہ کی اجازت کے کوئی سلطان لائیں ۱۴

(۲۱) ایمان و عمل صالح والے لوگ اپنے رب کی اجازت سے جنت میں
داخل کئے جائیں گے ۱۴

(۲۲) شجر طیب (اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل وقت پر دیتا ہے) ۱۴
۲۵

(۲۳) اللہ بارش کو زمین پر برسنے سے روکتا ہے کہ بغیر اوس کی اجازت

کے نہ برسنے پائے ۲۲
۶۵

(۲۴) اللہ کا نور اون کے گھروں میں ہے جن کے متعلق اللہ نے اجازت
دیدیا ہے ۲۲
۳۵

(۲۵) حضرت سلیمان کے سامنے جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اوس کے
رب کی اجازت سے کام کرتے تھے ۳۴
۱۶

(۲۶) لوگوں میں بعض میمانہ رو ہیں اور بعض نیکیوں میں سبقت لیجانے والے
ہیں اللہ کی اجازت سے ۳۵
۳۲

(۲۷) کسی رسول کی طاقت میں نہ تھا کہ وہ سوائے اللہ کے اذن کے نشان
آیت (آیۃ) لاتا بیٹ ۵۸

(۲۸) ہم نے تجھے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف (اوس کی
اجازت سے بلانے والا بنا کر بھیجا ہے ۴۳
۳۵

(۲۹) ایمان والوں کو سوائے اللہ کی اجازت کے کوئی (شیطان) نقصان

پہنچانے والا نہیں ہے۔

(۳۰) جو تم نے کھجور کا درخت کاٹ لیا اور سے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑا سو اللہ کے اذن سے تمہارا ۵۹۔

(۳۱) یوم النفل میں روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہونگے۔ وہ بات نہ کر سکیں گے سوائے اوس کے جسے رحمن اجازت دے گا۔ ان تمام آیات الہی کو غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ جب دنیا کے تمام کام اللہ کے مقررہ قانون کے مطابق اللہ کی مشیت کے بموجب اللہ ہی کی توفیق سے ہوتے ہیں اور ہر کام کا انصرام اللہ کی اجازت پر موقوف ہے اور دنیا و آخرت کا کوئی کام بغیر اوس کے حکم کے ہوتا ہی نہیں تو اس سے شفاعت با اجازت کا مفہوم روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ اوس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر اوس کے پاس کسی کا کوئی سفارش نہیں چل سکتی اور شفاعت کا اصل مفہوم بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول نے اللہ کی اجازت سے رنج و راحت کے مستقل قوانین پیش کر کے اوس پر کار بند ہونے کا اپنی اور اپنے صحابہ کی زندگیوں سے جو موتہ قائم فرمایا ہے اوس کے مطابق زندگی ڈھالنا ہی شفاعت کو قبول کرنا اور اوس سے فائدہ اٹھانا ہے۔ جس سے مقصد رسالت ارسلا رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلمہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس باب میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عبرت آموز شعر فرمایا ہے۔

حقا کہ باعقوبیت دوزخ برابر است

زنتن بہ پائے مروئی ہمسایہ در بہشت

لفظ شفاعت کتابِ حادیث میں | ف (۱) یہ عمدہ شفاعت ہے کہ تو نکاح
کے لئے دو شخصوں میں شفاعت کر (ابن ماجہ)

(۲) اگر کوئی شخص کسی کی شفاعت کرے اور وہ اس شفاعت کی وجہ سے
کوئی بدیہ نہ بھگے اور وہ شفاعت کرنے والا قبول کرے تو وہ ر بوا (سود)
کی ایک بڑی قسم کو قبول کرتا ہے (ابوداؤد)

عظمت کے | ف - حضرات ابن مسعود
و ابوبکر یہ ہر نبی اشعرتہما

سے مروی ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ میں تمہارا میرا سامان ہوں جو صحن کوثر
یقیناً تم میرے پاس اس حال میں آئینگے کہ تمہارے چہرے اور ہاتھ پاؤں
دھنوکے نشان سے روشن ہونگے۔ البتہ تم میں سے چند ایسے لوگ بھی ہونگے
کہ جیب میں اون کی طرف جھکونگے کہ اون کو صحن کوثر کا پانی دوں تو وہ لوگ
میرے پاس سے ہٹا دیئے جائینگے۔ میں کہوں گا اسے میرے رب یہ تو میرے
ساتھی ہیں تو حکم ہو گا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے میرے بعد کہا
کیا بدعتیں نکالیں تو میں کہوں گا دوری ہو اور ہلاکت اوسکو
جس نے میرے بعد دین بدل لیا۔ (بخاری و مسلم)
دیکھئے نفس پند عبادت گزاروں کے لئے شفاعت کرنے کی بجائے
کس طرح بددعا کی جا رہی ہے۔

عظمت قرآن | ف - احادیث خدا۔ (۱) قرآن خالق کا کلام سے اور
احسن الحدیث ہے (زمر ۱۱۲)

(۲) اللہ کی حدیث کے مقابلہ میں کسی انسان کی حدیث پر ایمان نہیں لایا جاسکتا

(۵۶/۵)

احادیث رسول - قرآن جس بزرگ مستی پر نازل ہوا ہے وہ فرماتے ہیں کہ (۱) قرآن اللہ کی مصروف رسی ہے۔ وہ ایک قول فیصل ہے جس میں ان کی کھلی سب چیزیں مندرج ہیں جو شخص غیر قرآن میں ہدایت کا مثلاً شی بوگا۔ اللہ اس کو گمراہ کر دے گا (ترمذی شریف، ۲) علم کو قرآن کے ساتھ مقید رکھو (فردوسِ دلیلی)

(۳) میری طرف جو بات منسوب ہو او سے قرآن پر پیش کر کے دیکھ لو۔ اگر وہ بات قرآن کے مطابق ہے تو وہ میری بات ہے اور جو مطابق قرآن ہو ظاہر ہے کہ وہ کسی منافق کی گھڑی ہوئی ہے) (جامع صغیر بیوطی)

حرف آخر قرآن مجید کے احکام بہت صاف ہیں اور اسکی تائیدی احادیث بھی موجود ہیں۔ اسکے برخلاف بعض بھولے بھالے خوش عقیدہ راویوں کی روایات پر بھروسہ کر کے احکام الہی کے خلاف زندگی بسر کرنا اور مرنے کے بعد والی دوسری زندگی میں کسی کی شفاعت سے پہلی زندگی کی خطاؤں کے عذاب سے شفاعتی نجات پانے کا اعتقاد رکھنا گمراہانہ امانی یعنی جھوٹی آرزو ہے جو قطعاً کار آمد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایسا اعتقاد لفظ شفاعت کی توہین ہے۔ ایسی غلط فہمی میں مبتلا قوم عذاب الدنیا والاخرہ کی مستحق اور اس میں گرفتار رہتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں اگر عدائے نباشد زندہ بندہ خوشنود بہ شفاعت ہمہ معبران نثار و مسود اللہ پاک صحیح بات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور زندگی بھر رحمتہ للعالمین کے بتلائے ہوئے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے تاکہ بفضلہ تعالیٰ دونوں جہان میں خوشحالیوں و سر بلندیوں حاصل رہیں۔ آمین۔

۱۔ ارتقا انسان کیلئے بعثت بعد الموت حق ہے تیار کے بعد جہنم سے نکل کر جنت میں جانا کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ نجات کا لفظ ظالموں کے مظالم سے محفوظ رہنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

۱۶۹ عتبت و اتباع اتباع و اطاعت و محبت و مغفرت

آج سورہ آل عمران کا چوتھا رکوع زیر نظر ہے۔ اس کی پہلی آیت اتباع رسول اور دوسری آیت اطاعت رسول سے متعلق ہے۔ پہلی آیت میں اللہ کی محبت اور گناہوں پر مغفرت یعنی پردہ پوشی کرنے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں منکروں سے محبت نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ان آیات کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے پہلے مردو آیات کا ترجمہ پیش ہے۔ (اے رسول۔ اہل کتاب سے) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہو تو میری اتباع کرو فاتبعونی یعنی میں جس طرح اللہ کی محبت حاصل کرنے کی سعی میں لگا ہوا ہوں تم بھی اسی طرح اللہ کی رضا جوئی میں مصروف عمل ہو جاؤ تاکہ اللہ تم کو محبوب رکھے اور تمہارے گناہوں کی مغفرت یعنی پردہ پوشی کرے۔ یقیناً اللہ پردہ پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (اے رسول۔ ان لوگوں سے) کہو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں۔ پھر اگر وہ اطاعت رسول کرنے سے گریز کریں۔ منہ پھیر لیں تو یقیناً اللہ اطاعت سے انکار کرنے والے (کافروں سے) محبت نہیں کرتا (آل عمران ۱۱۳)۔ ان آیات کو پیر سے یہ سمجھنا ہے کہ اتباع کسے کہتے ہیں اور اتباع کرنے والوں سے اللہ کی محبت اور گناہوں کی پردہ پوشی کیسے ہوتی ہے؟ نیز اطاعت کا کیا مفہوم ہے؟

۱۔ مضمون ہدایۃ فکر قرآنی منقذہ ۵۵ ازمی ۱۹۶۷ء بمکالم جناب محابد علی صاحب عباسی سنایا ہوا ہے۔ جو رسالہ دین دار ماہ جولائی ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔

اور اطاعت سے گریز کرنے والوں سے اللہ محبت نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ میرا تجربہ ہے کہ
اتباع و اطاعت کے فرق اور محبت و عدم محبت کے انجام پر عام لوگوں کی نظر بہت کم ہے اور
تعلیم یافتہ عربی داں طبقے کی اکثریت بھی ان اہم امور پر توجہ نہ دیتی ہے۔
اس لئے ان حقائق کو کھولنے کی شدید ضرورت ہے۔ ہر ایک کی چند قرآنی مثالیں
مورثہ درج ذیل ہیں۔

آیات اتباع ”اے رسول! کہو اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ پس ملت ابراہیمی یعنی
ابراہیم کے مذہب کی پیروی کرو جو راست رو تھا اور مشرکوں
میں نہ تھا (آل عمران ۹۶)“ پھر ہم نے (اے رسول!) تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیمی
یعنی ابراہیم راست رو کے مذہب کی پیروی کرو جو مشرکوں میں سے نہیں تھا (نحل ۱۲۵)“
کہو (اے رسول!) بیشک جہکومیرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے
دین صحیح۔ ابراہیم راست رو کے مذہب کی طرف اور مشرکوں میں سے نہ تھا (انعام ۱۶)“
مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم دینا سے پردہ کر جانے کے کافی
عرصہ بعد ان کے موجود نہ ہونے کے باوجود (عام لوگوں اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہدایت دی گئی ہے کہ ان کے طریقے کی پیروی کریں۔ اس سے واضح ہے کہ اتباع
کیلئے قبوع کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ اور آیت زیر بحث میں لفظ ”فَاتَّبَعُونِي“
ظاہر کر رہا ہے کہ اتباع شخص موجود کی بھی ہوتی ہے۔ گویا اتباع موجود و غیر موجود ہر ایک کی
ہوتی ہے۔ اور اتباع کا مفہوم یہ ہے کہ مقاصد کی تکمیل کیلئے وقتی حالات و تقاضوں
کے مطابق کام کیا جائے۔ ذرا ایٹھ ظاہری کی ہر پہلو نقل کرنا اتباع کے لئے ضروری نہیں ہے
اس خصوص میں اسوۂ رسول صلعم کی یہ مثال بہت صاف اور واضح ہے کہ حضور اکرم

بت پرستی کو مٹانے کیلئے حضرت ابراہیم کی اتباع میں حضرت ابراہیم کی طرح چھوڑے
بتوں کو توڑ کر بڑے بت کے ہاتھ میں کھپاڑا کبھی نہیں رکھا۔ حالانکہ ظاہر یہ بتوں
کے نزدیک اتباع اسی کا نام ہے بلکہ حضورؐ نے یہ کیا کہ تم قاضائے وقت کعبہ
کے بتوں کو نکالنے سے قبل دماغوں میں بے پروئے بتوں کو نکالنے کی مشقت برداشت
کی اور بہت زیادہ کامیاب رہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحیح اتباع تکمیل مقاصد کے لئے
کام کرنے کا نام ہے۔ چاہے طریقہ کار وہی ہے یا بدل جائے۔

مغفرت | پہلی آیت میں جو اتباع سے متعلق ہے **لُغْفِرُ لَكُمْ
ذُنُوبَكُمْ** اور **عَفْوٌ شَرِحِيم**
فرمایا گیا ہے۔ مغفرت کے معنی عام طور پر معافی گناہ کے

سمجھے جاتے ہیں۔ مگر دراصل معافی اور مغفرت میں کافی فرق ہے۔ قرآن کریم
میں جہاں جہاں **عَفْوٌ** اور **عَفْرٌ** کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے وہاں ہمیشہ **عَفْوٌ** کو پہلے اور
عَفْرٌ کو پیچھے رکھا گیا ہے۔ ان دونوں کے تقدم و تاخر سے ان کے فرق مراتب کا اندازہ
ہوتا ہے۔ یہ دونوں لفظ عام طور پر معافی گناہ کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ معافی
اور مغفرت کی تفصیلی باریکیوں میں گئے بغیر اس کی موٹی سی تعریف یہ ہے کہ عفو کے معنی
ہیں درگزر کرنا یعنی گناہ کی سزا نہ دیکر چھوڑ دینا۔ اور مغفرت کے معنی میں گناہ کی
پردہ پوشی کرنا یعنی معافی گناہ سے آگے بڑھ کر گنہگار کو اپنی پناہ میں لینا اور
اوس کی ایسی حفاظت کرنا کہ اوس سے دوبارہ خطا نہ ہو اور دوسرے لوگ اس کو
سزا دینے پر قادر بھی نہ ہوں اور یہ بحفاظت الہی مدارجِ عالی میں ترقی کرنا ہے۔
وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا۔ وَارْحَمْنَا۔ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا

خَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۚ میں الفاظ کی ترتیب مذکورہ مراتب و مدارج کا واضح ثبوت ہے۔

آیات اطاعت | اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے صحت پھر دو راہنما لیکر

تم سے رہے ہو (انفال ۲۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کا حکم

مانو جب وہ تم کو حیات یعنی زندگی کی طرف بلاتا ہے (انفال ۲۰) ان آیات میں وَأَنْتُمْ كَاتِبُونَ اور اذاعا کسود کے الفاظ خاص طور پر غور طلب

ہیں جو موجود شخص کے وقت احکام کی تعمیل کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ لفظ اتباع

کے خلاف لفظ اطاعت سارے قرآن میں کہیں بھی غیر موجود کے لئے استعمال

نہیں ہوا بلکہ متعدد انبیاء کرام کی تعلیم و نقل کی گئی ہے۔ اوس میں بالعموم

وَأَتَقُوا اللَّهَ وَاطِيعُونَ یعنی اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بار بار

دہرایا گیا ہے۔ حضرت علیؑ نے یہ فرمایا ۳۳/۶۳ حضرت زین نے یہی الفاظ

کہے ۲۹/۱۰۰ حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ سبوں نے

یہی کہا سورہ شعرا ۱۷ آیات ۱۲۶ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰

کسی گزشتہ پیغمبر کی اطاعت کی تلقین نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ عربی زبان میں

اطاعت کا لفظ زندہ و موجود سردار کے وقت احکام کی تعمیل کے لئے ہی استعمال ہوتا

ہے۔ نیز قرآن کریم میں اطیعوا اللہ کے الفاظ کے ساتھ ساتھ بالالتزام اطیعوا اللہ

کے الفاظ بار بار استعمال کئے گئے ہیں۔ پرستاران کو حید کو ان دو اطاعتوں

کی حقیقت کا سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اطیعوا اللہ سے مراد۔ ہر وقت

حتی القیوم حاضر و موجود خدا کے مقررہ قوانین فطرت کی پابندی کرنا ہے جو انہی وابدی ہیں۔ جن میں نہ کبھی تغیر ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور اطیعوا الرسول ^{وقت} سے مراد موجود اور
امیر جماعت کے موقت احکام کی تعمیل کرنا ہے جو قوانین کی تکمیل کے ضروری ذرائع
ہوتے ہیں جن میں وقتی حالات کے تحت ہر وقت تبدیلی بھی کیجا سکتی ہے۔ حضور اکرم ^{صلعم}
اپنی حیات طیبہ میں صدر مملکت اسلامی یعنی مکرر ملت خود تھے اور آپ نے مختلف علاقوں میں
امور مملکت کی سرانجام دہی کے لئے متعدد واولوالامر (یعنی افسران مانت) مقررہ
فرمائے تھے تاکہ وہاں کی غیر موجودگی کی تکمیل ہو۔ اور نظم مملکت باقی رہے۔

قرآن کریم میں اگرچیکہ اطیعوا الرسول کا
خطاب خاص مصداق عام

کے حق میں مگر اس کا مصداق عام ہے۔ اس نکتہ کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ بالعموم
مفسرین کو دشواری پیش آئی اور انہوں نے ابداً اور رسول کے الفاظ کو کتابوں کی
طرف پھیر دیا کہ اللہ سے مراد قرآن اور رسول سے مراد حدیث ہے عام فہمنوں میں
یہ عقیدہ ایسا بسا ہوا ہے کہ جس سے ہر وقت نئی نئی الجھنیں پیدا ہوتیں اور امت
کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا رہتا ہے۔ ہر فریق کے پاس قرآن و حدیث کے موجود ہوتے

۱۶ بخاری و مسلم و نسائی کی روایات کے مطابق حضور نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس امیر کی اطاعتی اوس نے میری
اطاعت کی اور جس نے امیر کا نافرمانی کی اوس نے میری نافرمانی کی۔ اس طرح کی ایک اور حدیث بھی موجود ہے کہ
سنو اور اطاعت کرو (حاکم وقت کی) اگرچہ حبشی غلام ہو (مختص الصحاح جلد اول ص ۲۸۰ جلد دوم ص ۲۳۶)
ان احادیث سے بھی یہی ظاہر ہے کہ اطاعت کا تعلق بالکلیہ شخص موجود کے بالمشافہہ (حکام ہے)

ہوئے بھی کوئی صحیح فیصلہ آج تک نہ ہو سکا۔

قرآن میں الثبی اور الرسول کے الفاظ اور مواقع پر بھی آئے ہیں۔ جہاں یہی مفسرین خطاب خاص اور مصداق عام کے اصول کے تحت انشاء الہی واضح کرتے ہیں جو ٹھیک ہوتا ہے مگر! طبعی الرسول کے الفاظ پر خود اپنے اس سلسلہ اصول کا انطباق نہیں کرتے جس کی وجہ دماغ میں بیٹھی ہوں الجھن سلجھتی نہیں۔ مفسرین کے مصداق عام ماننے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) تقسیم فئۃ مال غنیمت بلا جنگ کے سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے کہ
مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (حشر ۵)
یعنی مال غنیمت میں سے جو کچھ تم کو رسول دیے اور سے لے لو اور جس کے لینے سے روکے اور اس سے رک جاؤ۔ اس کی شرح اردو زبان کی پہلی تفسیر موضح القرآن میں یہ ہے کہ فئۃ پر قبضہ رسول کا ہے اور رسول کے بعد امام کا کہ تقسیم کی ذمہ داری اوسما پر ہے۔

(۲) اے ایمان والو اپنی آوازوں کو اپنے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے کہہ کر بات نہ کرو۔ جیسے آپس میں کہہ کرے ہو کہہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (حجرات ۱۰) اس کا حاشیہ محترم شبیر احمد عثمانی نے یہ لکھا ہے کہ دو حضور صلعم کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء، علمائے ربانیین، اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی آداب سے پیش آنا چاہئے تا جماعتی نظام قائم رہے فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۳) اے ایمان والو جب کسی فوج سے بھڑو تو ثابت قدم رہو اور حکمانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو۔ پس ہمت ہار دو گے

اور تمہارے (عقبِ قلبہ کی) ہوا اٹھ جائے گی۔ (اور مطلوب ہو جاوے) بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے انفال ۵۱) اس پر موضح القرآن کی شرح یہ ہے کہ محمد و اللہ کی چاہو تو اسباب ظاہر سے نہیں دل کی استقامت، اور یاد اللہ کی اور حکم برداری برداری اور ایک مصلحت رہنا چاہیے۔ "محترم اشرف علی صاحب تھانوی نے اسی کو نقل کیا اور محترم شبیر احمد صاحب عثمانی نے اس طرح وضاحت کی کہ فتح و نصرت، دولت و شکر وغیرہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ صبر و استقلال، قوت و طمانیت قلب، یاد الہی، خدا و رسول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت و فرمانبرداری و باہمی اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔ غرض ایسے متعدد مواقع پر "البنی" و "الرسول" کے الفاظ کے معنی میں عمومیت مان کر محکم مقام سردار جماعت کو شامل تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ ایسی صاف بات ہے کہ اس کے مانے بغیر چارہ بھی نہیں کیونکہ اس کو چھوڑ کر نظم جماعت ہرگز باقی نہیں رہ سکتا۔ آج ملت کا انتشار محض اسی وجہ سے ہے کہ اطاعت امیر کے حکم کو صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا اور اطاعت سے گریز کرنے کے لئے اس کا رخ کتاب کی طرف پھیر دیا گیا تاکہ اوس سے من مانے مطالب لے کر دل پسند کام کیا کریں۔

اللہ اور بندہ کی محبت | اب آئیے آیات مذکورہ کے اوس حصہ پر غور کریں جو اللہ سے بندوں کی محبت اور اللہ کی

بندوں سے محبت کے تعلق ہے۔

اسی سورہ آل عمران میں مرقوم ہے کہ "کتنے ہی نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے زبان لوگ لڑے۔ پھر جب اون کو اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آئی تو

اس مصیبت کی وجہ سے وہ نہ کمزور ہوئے نہ عاجز ہوئے۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں (یعنی مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے انکی دعا تھی کہ اے ہمارے رب ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم کو کافروں پر نصرت عطا فرما۔ اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب اور آخرت کا اچھا ثواب دیا۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں (یعنی حسن کارانہ عمل کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے (آل عمران ۳/۱۴۵ تا ۱۴۷)

(۲) پھر جب پختہ ارادہ کر لو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اگر اللہ تمہاری مدد کرتا رہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ پس مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے (آل عمران ۳/۱۵۸، ۱۵۹)

(۳) اللہ اون لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ مضبوط دیوار ہیں (صف ۶)

(۴) بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے سوائے (اوس کی مخلوق میں سے کسی کو) اوس کا ہمسرہ بنا لیتے ہیں (اون میں کسی قسم کی طاقت سمجھ کر، اون سے اللہ کی محبت کی طرح محبت کرتے ہیں۔ درآئیکہ ایمانداروں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ سب زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ غیر اللہ کی محبت میں غلو کرنے والے (مشرک) جب عذاب کو دیکھتے ہیں تو غور کریں، دیکھیں، جان لیں کہ سب طاقت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ ہی سخت عذاب دینے والا ہے (بقوہ ۲/۱۶۵)

(۵) اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب (غالب ہوتا اور) حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد ڈالے اور کھیتی اور نسل کو ہلاک کرے۔ پس اللہ فساد سے (یعنی فساد کرنے والوں)

محبت نہیں کرتا (بقرہ ۲۰۵)

(۶) جن لوگوں نے اسے رسول تیری پیروی سے انکار کیا میں ان کو دنیا و آخرت میں سخت دکھ کا عذاب دوں گا اور ان کیلئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگسایا لائے اور اچھے عمل کے اللہ اور ان کے اجر اور نہیں پورے دیگا اور اللہ ظالموں سے

محبت نہیں کرتا (آل عمران ۳۰)

(۷) نہ سست ہو جاؤ نہ غلگین ہو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو تم ہی غالب ہو گے۔ اگر تمہیں کوئی نہ خم پہنچا ہے تو اسی طرح کا نہ خم دوسری قوم کو بھی پہنچا ہے۔ ان پیام رسالت کو ہم لوگوں میں نوبت بہ نوبت لاتے رہتے ہیں تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے (سچائی پر ثابت قدم رہنے کے) گواہ بنائے۔ یقیناً اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا (آل عمران ۱۳۷)

ذکورہ بالا آیات اور دیگر متعدد مقامات سے ظاہر ہے کہ اللہ سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب ان کے حسن عمل کی وجہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے تو ظالموں کے پیچھے سے نجات دیتا ہے اور ظالموں پر غلبہ عطا کر کے دنیا میں خوشی و خوش حالی سے سرفراز فرماتا ہے اور آخرت کی بھلائی کی بشارت دیتا ہے جو نتیجہ ہے انسان کے دنیاوی اعمال سے خدا کے راضی ہو کر۔ بد کردار اور بے عمل لوگوں سے خدا ہرگز راضی نہیں رہتا خواہ وہ محبت الہی کے نام سے کتنے ہی ڈھونگ رہائیں۔ حال کھیلیں۔ دولت خرچ کریں۔ سب اکارت جانتے ہیں اور فاسقانہ زندگی کا رد عمل دنیا میں ذلت و رسوائی اور تلاش و غلامی تنگی و بد حالی کی صورت میں برابر ظاہر ہوتا رہتا ہے اور جس کی دنیا خراب ہو اس کو

قانون الہی کا رواجِ آخرت کی بھلائی میں بھی کچھ حصہ نہیں مل سکتا۔ غور کیجئے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ کے قانون کی پابندی کرنے والے مومن دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں اور اللہ کے احکام کی نافرمانی کرنے والے کافر دنیا و آخرت میں خوشحال رہیں۔ یقیناً دنیا میں ہر وقت اقوام عالم کے عروج و زوال کے تعلق سے جو کچھ ہو رہا ہے سب اللہ کی طرف سے ہے اور اقوام عالم کے اعلیٰ و ادنیٰ کردار کو تولد کرنا صحیح فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حق و باج راجح ہے اور ناقدری کرنے والوں سے دیا ہوا حق چھینا جا رہا ہے ان کے دلوں پر اللہ کی آگ چھا جاتی ہے اور جیتھے چلانیے کر اپنے کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی کمائی ہے اللہ تو ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اپنے بندوں کی کسی قسم کا ظلم روا رکھے اس کا ہر فیصلہ ہر زمانہ میں عدل و انصاف سے ہوتا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اللہ کی حکمرانی اور اس کے انصاف کو چیلنج کرنا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہر ملامت زدہ قوم کے افراد دماغی تعیش کے طور پر زبان سے رسمی اقرار اور ہاتھ پاؤں کے عمل سے حقیقی انکار کے باوجود اپنے ہی کو خدا کے محبوب سمجھنے کے زعم باطل میں گرفتار رہتے ہیں۔ زمانہ رسالت صلعم کے یہود و نصاریٰ یہی کہتے تھے کہ ہم ہی اللہ کے لاڈلے اور پیارے ہیں (خدا نے کہا کہ اے رسول ان سے پوچھو کہ اگر تم صحیح کہتے ہو تو یہ بتلاؤ کہ) پھر تم پر تمہارے گناہوں کی وجہ عذاب الہی کیوں آتا ہے (مائدہ ۱۸)۔ ایسی جھوٹی خوش فہمیاں دراصل ایمان و نفقت کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اسی کا سبب ہے کہ قرآن کے سمجھاننے والے قرآن کے رسمی منکروں کے غلام بنے ہوئے عذاب الہی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنے زعم باطل میں ایسے مست ہیں کہ اس جہنم سے نکلنے کی کوئی صحیح فکر نہیں کرتے۔ خدا سے دعا ہے کہ علم صحیح اور عمل صالح کی توفیق عطا کرے اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں اپنے انعامات سے مالا مال فرمائے۔

آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰	۱۱۲	۱۰۰	۸۳/۳۲	۲۸/۲۶	۱۵	۵۳	۲۶
۱۲	۱۳۶	۱۱۲	۲۰	۲۱	۸۶	۹۶	۱۶۲
۱۶	۱۶۲	۱۱۳	۲۹	۵۰ تا ۵۲	۸۸	توبہ (۹)	
۱۸	۱۷۸	۱۶۲	۱۷۰	۵۰	۸۷	۲۴	۲۴
۲۲	۱۳۳	۱۶۶	۲۵	۵۳	۱۵۹/۱۶۲	۳۰	۹۹۰
۲۶	۱۲۲	اعراف (۷)		۵۸	۱۶۲	۱۱۱	۹۲
۲۸/۲۹	۱۳۷	۱۲	۶	۶۹	۲۵	یونس (۱۰)	
۲۹	۲۷	۱۱	۲۱/۸	۷۲	۲۵	۳	۱۵۸/۱۵۲
انعام (۶)		۱۳	۶۲/۹	۱۶۷	۱۳۸	۲	۱۲۳
۲	۲۱۶/۲۶	۱۳	۲۲/۱۰	۱۶۸	۱۳۸	۲	۲۵
۹۰۸	۳۳	۱۵	۱۵	۱۷۱	۸۷	۱۲	۲۵
۳۸	۱۳۶	۱۵	۲۳/۱۰	۱۸۷	۱۳۹	۱۸	۱۵۲/۱۵۰
۴۲	۱۲۶	۱۹	۲۲	۱۸۹	۶۸	۲۸	۱۶۰
۴۹	۳۸	۲۲	۲۲/۳	۱۸۹	۶۸	۳۲	۱۲۳
۵۱	۱۵۹/۱۵۲	۲۷	۳۷	سورہ القال (۸)		۵۹	۱۶۲
۵۹	۲۷	۲۲	۳۸	۳۷	۲۵	۷۳	۲۵
۷۲	۶۵	۳۱	۳۱/۳	۱۲	۳۵	۱۰۰	۱۶۲
۹۶/۹۲	۱۷۱/۱۵۳	۰	۱۱۵	۲۰	۱۷۲	۱۰۳	۱۳۵
۹۸	۱۶۱/۱۵۹	۲۳	۱۷	۲۳	۱۷۲	شوری (۱۱)	
۹۴/۹۵	۱۶۵	۲۵	۱۲	۲۵	۱۷۵	۱۲	۲
۹۹	۶۸	۲۶	۳۸	۲۶	۱۲۹		

آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۸	۱۲۵	۲۵	۱۲۵	۶۵	۱۲۲	۲۸	۲۶
۵۰	۹۸	۳۸	۱۰۶	۱۱	۱۶۵	۲۸	۲۵
۸۶	۳۹	۲۱	۱۱۰	۸۶	۱۲۱	۱۰۵	۱۶۳
مریم (۱۹)		۵۰	۲۲	۱۹	۱۲۵	۱۰۰	۹۰
۶۳	۸۶	۱۱	۳۸	۲۳	۱۶۵	۱۰۰	۳۶
۶۱	۹۱	۱۲	۱۴۰	۲۵	۱۶۵	۱۰۰	۲۵
۱۵۹/۱۵۹		بنی اسرائیل (۱۵)		۲۰	۲۰	۱۱۳	۲۴
ظہ (۲۰)		۸	۱۳۳	۲۸	۱۲۱	یوسف (۱۲)	
۱۵	۱۲۰	۲۱	۸	۲۶	۶۱	۳۱	۳۳
۱۸	۹۶	۵۹	۱۳۵	۳۲	۲۱	۵۰	۳۰
۱۰۹/۱۰۸		۵۰	۱۰۶	۳۸	۸	۱۰۰	۳۶
۱۱۰	۱۶۰	۶۵	۱۰۶	۹	۹	۱۰۰	۱۳۲
۱۱۶	۸	۶۵	۳۱	۳۳	۳۳	۱۱۱	۲
۱۱۹/۱۱۹		۶۱	۱۰	۳۳	۱۰	لوط (۱۱)	
۱۲۱/۱۲۱		۶۵	۶	۳۳	۱۰	۲	۲
۱۲۲	۹۲	۶۵	۱۱	۳۳	۱۱	۲	۲
۱۲۸/۱۲۸		۶۳	۲۲	۲۲	۸۵	۵	۲
۱۲۲	۹۶	۸۸	۲۸	۲۸	۹۶	۱۱	۱۳۵
زینب (۲۱)		کیف (۱۸)		۸۵	۱۲۰	۱۱	۲۶
۲۵	۱۵۹	۵	۳۲	۹۱	۱۲۹	۳۸	۱۶۲
۱۵۹/۱۵۵		۱۹	۳۸	نحل (۱۶)		ابراہیم (۱۴)	
۲۸	۱۶۰	۲۴	۳۲	۲	۲۰	۱	۱۶۵

آیت نمبر		صفحہ نمبر		آیت نمبر		صفحہ نمبر		آیت نمبر		صفحہ نمبر	
		سبا (۳۴)		۹۴	۵۵	۱۲۹	۳۰	۶۱	۵۹	۳۷	۳۷
		لہوم (۳۰)		۹۱	۷	۳۸	۲۷	۳۹	۳۹	۶۹	۶۹
		۱۲۶		۱۱	۱۲	۶۱	۵۲	۲۸	۶۹	۶۹	۶۹
		۱۲۲		۱۱	۱۲	شہداء (۲۶)		۹۳	۹۳	۹۸	۹۸
		۱۵۹		۱۴	۱۴	۱۲۱	۳۶	۱۳۵	۱۳۵	۱۰۳	۱۰۳
		۱۶۱		۲۲	۲۲	۱۶۲	۵۷	۱۲۵	۱۲۵	۱۰۵	۱۰۵
		۱۵۶		۲۳	۲۳	۸۳	۵۹	ج (۲۲)		۶۳	۶۳
		۱۲۵		۲۷	۲۷	۹۰	۵۷	۶۳	۶۳	۵	۵
		۱۲۳		۲۲	۲۲	۱۲۳	۵۲	۱۶۵	۱۶۵	۶۵	۶۵
		۱۲۳		۲۲	۲۲	لقمان (۳۱)		۳۳	۳۳	۶۵	۶۵
		۱۶۵		۳۲	۳۲	۱۶۵	۱۳۰	سورۃ النور (۲۴)		۶۰	۶۰
		۱۵۸		۲۳	۲۳	سورۃ النور (۲۴)		۶۲	۶۲	۱۳	۱۳
		۱۵۶		۲۳	۲۳	سورۃ النور (۲۴)		۶۲	۶۲	۱۹	۱۹
		۸۴		۳۳	۳۳	سورۃ النور (۲۴)		۱۲۰	۱۲۰	۷۸	۷۸
		۶۵		۸۲	۸۲	سورۃ النور (۲۴)		۱۲۶	۱۲۶	۱۱۵	۱۱۵
		صافات (۳۷)		عنکبوت (۲۹)		احزاب (۳۳)		نور (۲۴)		۹۰	۲۵
		۶۱		۵۸	۱۱	۵۹	۷	۱۳۳	۲۱	۱۶۵	۳۵
		۲۸		۶۸	۱۳۰	۳۳	۳۳	فرقان (۲۵)		۸۶	۱۳
		۳۰		۱۵۸			۲۷	۲۳	۸۶	۱۳	

آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
				صوفی (۴۰)		صافات (۳۷)	
۸۸	۳۹	۹	۳۲	۶۱	۷	۱۴۳	۲۸
				وفاک (۴۲)		ص (۳۸)	
				۱۵۹	۱۵۷	۲۶	۵۰
				۱۶۱	-	۵۷	۵۷
				۲۶	۲۷	۶۱	۶۰
				۶۲	۵۹	۸	۷۱
				۱۶۵	۷۸	۶	۸۱
				خم سجدہ (۴۱)		۹	۷۲
				۶۷	۱۰۷	۵۲	۷۵
				۲۰	۲۹	۶۳	۷۶
				۳۹	۳۵	۱۰	۷۷
				۱۶۵		۱۲	۷۹
				شوری (۴۳)		۱۶	۸۶
				زمر (۳۹)			
				۱۳۰	۱۷	۶۱	۶۰
				زخرف (۴۳)		۶۸	
				۱۶۵	۴۵	۱۶۷	۱۳
				۱۶۲	۶۳	۱۵۸	۳۳
				۸۶	۷۹	۱۵۶	۳۵
				۱۵۷	۸۷	۸۵	۷۷
				حجرات (۴۹)			
				۱۷۲	۲		
				۱۱۵	۱۱		
				قی (۵۰)			
				۱۲۵	۳		
				رحمن (۵۵)			
				۱۷۲			
				واقعه (۵۶)			
				۱۲۴			

آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
حدید (۵۷)	۱۶ تا ۱۳	۹۱	۶۱	فجر (۸۹)	۱۵۸	۳	۸۷
۵	۱۵ تا ۱۲	۲۵	۱۳۲	۲	۱۵۸	۳	۸۷
نوح (۶۱)	۱۱ و ۱۲	۸۳	۱۳۲	۲۷	۱۵۸	۳	۸۷
۲۱	۱۱ و ۱۲	۸۳	۱۳۲	۲۷	۱۵۸	۳	۸۷
مجادلہ (۵۸)	۱۴ و ۱۵	۵۰	۱۶۸	۱۶	۱۵۸	۳	۸۷
۸	۱۴ و ۱۵	۵۰	۱۶۸	۱۶	۱۵۸	۳	۸۷
۸	۱۴ و ۱۵	۵۰	۱۶۸	۱۶	۱۵۸	۳	۸۷
۱۰	۱۴ و ۱۵	۵۰	۱۶۸	۱۶	۱۵۸	۳	۸۷
حشر (۵۹)	۱۸ و ۱۷	۳۸	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۲	۱۸ و ۱۷	۳۸	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۵	۱۸ و ۱۷	۳۸	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۹	۱۸ و ۱۷	۳۸	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۱۵	۱۸ و ۱۷	۳۸	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
صف (۶۱)	۲۳ تا ۲۲	۹۳	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۲	۲۳ تا ۲۲	۹۳	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۹	۲۳ تا ۲۲	۹۳	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۲	۲۳ تا ۲۲	۹۳	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۹	۲۳ تا ۲۲	۹۳	۱۶۶	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
جمعه (۶۲)	۲۸ تا ۲۷	۱۵۹	۱۵۹	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۲	۲۸ تا ۲۷	۱۵۹	۱۵۹	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۵	۲۸ تا ۲۷	۱۵۹	۱۵۹	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
قیامہ (۶۵)	۲۵ تا ۲۴	۱۳۲	۱۳۲	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۲	۲۵ تا ۲۴	۱۳۲	۱۳۲	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
حاقہ (۶۹)	۲۵ تا ۲۴	۱۳۲	۱۳۲	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷
۲	۲۵ تا ۲۴	۱۳۲	۱۳۲	۱۳	۱۵۸	۳	۸۷

کتاب ہذا میں قرآن مجید کے
 (۱۱۳) سورتوں کے نمبر
 (۱۵۵) سورتوں کا اور
 (۶۲) آیتوں کا نمبر
 (۵۲۰) آیتوں کا مفہوم
 درج ہے۔

ایچدی قورقونلار کورگوزلر کورگوزلر کورگوزلر
 ایچدی قورقونلار کورگوزلر کورگوزلر کورگوزلر

قرآن اوراتساک

از

میر ولایت علی

فون 51760